مکاتیبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
عزیز ملک
مان حُرمت
بینک روڈ، راولپنڈی

مکاتیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عزیز ملک

مطبوعاتِ حُرمت
بینک روڈ، راولپنڈی

طبع اوّل ——— اپریل ۱۹۸۱ء
تعداد ——— ایک ہزار
ناشر ——— زاہد ملک
مطبع ——— وفاق پرنٹنگ پریس راولپنڈی
قیمت ——— ۲۰ روپے

پندرھویں صدی ہجری کے آغاز پر خصوصی پیشکش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغمبر کے ذمے تو صرف (اللہ کا پیغام) پہنچا دینا ہے

(المائدہ ۹۹)

ترتیب

اصل مکتوب نبوی بنام منذر بن ساوی (گورنر بحرین)

بسم الله الرحمن الرحیم محمد رسول الله

کتابیات

صحیح بخاریؒ

صحیح مُسلم

ابنِ ہشام

اصح السیَر

زادالمعاد

نہجُ الفصاحت

سیرت النبیؐ (شبلی)

تمتّع زھر خوشۂ یافتم ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز

حدیبیہ سے ذیقعد ۶ھ (مطابق ۶۲۸ء) میں واپسی ہوئی اور ذی الحجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے ــــ اسی مہینہ میں غزوۂ غابہ واقع ہوا۔ غابہ سے مراجعت پر مدینہ میں صرف تین روز قیام رہا۔ غزوۂ خیبر کے لئے روانگی سے ایک دن پہلے شروع محرم ۷ھ کی ایک صبح کا واقعہ ہے صحابہ کرامؓ خدمتِ رسالت میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن سے خطاب فرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام دُنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ــ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ جاؤ میری طرف سے پیغامِ حق ادا کرو۔"

اس خطاب کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ نے چھ ممالک کے بادشاہوں کے نام خطوط اِملا کرائے اور چھ قاصدوں کے ہاتھ مختلف مقامات کو روانہ فرمائے، ان بادشاہوں اور قاصدوں کے نام یہ ہیں :

۱۔ قیصرِ روم	:	حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ
۲۔ شاہِ فارس (ایران)	:	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ
۳۔ مقوقس (شاہِ مصر)	:	حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
۴۔ اصحم نجاشی (شاہِ حبش)	:	حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ
۵۔ رؤسائے یمامہ	:	حضرت سلیط بن عمرو بن عبد الشمس رضی اللہ عنہ
۶۔ حارث غسانی (رئیس حدودِ شام)	:	حضرت شجاع بن وہب الاسدی رضی اللہ عنہ

اتفاق کی بات ہے کہ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اطرافِ مدینہ میں چھوٹی بڑی تیس (۳۰) تبلیغی جماعتیں بھی بھیجیں۔ ان جماعتوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت مُعلم رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ بہرکیف مکاتیب روانہ کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے بعد قریشِ مکہ کی قوت کا زور ٹوٹ گیا تو اسلام کے پیام کو عام کرنے کا اقدام ضروری ہوا۔ چنانچہ مذکورہ چھ مکتوب لکھوائے گئے۔

اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً یہ سلسلہ جاری رہا۔ فی الجملہ ان تبلیغی مکاتیب کی

تعداد اڑھائی سو سے کم نہیں ۔ تنہا مختلف سردارانِ عرب کے نام جو خطوط لکھے گئے ان کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔

اوپر جن چھ خطوط کا ذکر کیا گیا، اُن کے علاوہ جن قابلِ ذکر سربراہوں کو خطوط لکھے گئے، اُن کے نام طبرانی کی تحقیق کے مطابق یہ ہیں :

۱۔ منذر بن ساوی (بحرین) : حضرت علا حضرمیؓ

۲۔ جیفر اور عباد (عمان) : حضرت عمرو بن العاصؓ

۳۔ منذر بن حارث بن ابی شمر غسانی : حضرت شجاع بن وہب اسدیؓ

۴۔ ذی الکلاع حمیری : حضرت مہاجرؓ ابن ابی اُمیہ بن حارث

۵۔ مسیلمہ کذاب : حضرت سائبؓ بن العوام

۶ھ سے قبل بھی دو خطوط کا پتہ چلتا ہے ۔ ایک وہ جو شاہِ حبشہ نجاشی کے نام حضرت جعفر بن ابی طالبؓ لے کر گئے تھے اور دوسرا خط قبیلہ عبدالقیس کے نام تھا جو حضرت منقذ بن حبانؓ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ ان دونوں خطوط کی تفصیل صحیح بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔

مختلف بادشاہوں اور سربراہانِ قبائل کے نام جو خطوط لکھے گئے وہ سب تبلیغی تھے اور اُن سب کا مضمون بھی قریب قریب یکساں تھا، البتہ عیسائی حکمرانوں کے نام جو خطوط لکھے گئے ۔ اُن میں بلا استثنا یہ آیت بھی شامل کی گئی :

"يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ."

(ترجمہ) اے اہلِ کتاب اس بات پر آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنا رب اور پروردگار پکڑے گا سوائے اللہ کے ــــــ"

بادشاہوں، رئیسوں اور حاکموں کے نام یہ خطوط اس لئے لکھے گئے کہ اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کی رعایا بھی ایمان لے آئے گی کیوں کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کے مصداق لوگ اپنے حاکموں کے دین کی پیروی کیا کرتے ہیں۔

جو کم فہم لوگ یہ الزام رکھتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا، اُن کیلئے خطوطِ نبوی بُرہان کی حیثیت رکھتے ہیں کہ قبائل عرب ہی نہیں دُور دراز علاقوں کے حکمرانوں اور ان کی رعایا نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا۔ کچھ بدنصیبوں کو یہ سعادت نہ مل سکی لیکن خدا کی شان ہے کہ جن فرمانرواؤں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے مبارک خطوط پہنچے اور انہوں نے

اسلام لانے سے انکار کیا ان کی مملکتوں کا عبرتناک حشر ہوا. اسلامیوں کے فاتحانہ قدم حجاز سے اُٹھے اور قیصری اور کسرائی کا سارا غرور خاک میں مل گیا اور یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کی نوید پُوری ہو کر رہی.

مکاتیبِ نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سادہ الفاظ میں دین کی دعوت پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے. کہیں بھی انشاء پردازی شاعری زورِ بیان کا حربہ استعمال نہیں کیا گیا. اس سادہ مگر پُرکار اندازِ تخاطب کی صرف ایک ہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ صداقت کو نُقرئی اور طلائی حروف میں سمو کر پیش کرنے کی ضرورت نہیں. بلکہ حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی ہے اسلئے ان مکاتیب کی زبان انتہائی عام فہم ہے ان کو پڑھ کر قاری کے دِل پر جو بات سب سے زیادہ اثر کرتی ہے وہ ان کی فصاحت ہے. ایسی فصاحت کہ عبارت میں کوئی لفظ زائد نہیں نہ ہی اس میں کوئی کمی وبیشی ہو سکتی ہے. فقرے ایسے سلیس ہیں کہ پڑھنے والے کو اس کے سمجھنے میں دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس تک مُدعا پُوری طرح پہنچ جائے. کوئی ایک حرف بھی ان خطوطِ مبارک میں ایسا نہیں جس کی گرہ کھولنے کے لئے مخاطب کو دماغ پر زور دینا پڑے. اس اندازِ تحریر کا یہ نتیجہ نکلا کہ جہاں جہاں بھی یہ خطوط پہنچے مقصد کو پُورا کرنے میں کامیاب ہوئے.

جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں ان تمام خطوط کا مقصد تبلیغِ اسلام ہے

البتہ عیسائی حکمرانوں کے نام خطوط کا مضمون آتش پرست اقوام سے نمایاں طور پر الگ ہے تاکہ ان کے عقیدوں کے مطابق اُن سے گفتگو رہے اور اسلام کا پیغام اُن تک پہنچ جائے۔ مثلاً عیسائی حکمرانوں کے عقیدۂ تثلیث کا رد مقصود ہے تو اُن کو لکھوایا ——— "محمدؐ بن عبداللہ کی طرف سے بنام فلاں" ——— تاکہ مخاطب پر واضح ہو جائے کہ خدا کا ہر رسولؐ اللہ کا بندہ اور مخلوق ہے نہ کہ اللہ کا بیٹا جیسا کہ دینِ مسیحی کے پیروکار، عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ابن اللہ تھے۔ بعینہٖ آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق خیر و شر کے دو[۲] جدا جدا خدا تھے ـــ اہرمن و یزداں ـــ اُن کو توحید کی تعلیم اس طرح پہنچائی گئی کہ اللہ ایک ہے اور وہی لائقِ بندگی ہے باقی سب ڈھکوسلے ہیں۔ پھر سارے عالم کے لئے اپنی بعثت کا ذکر فرمایا گیا تاکہ اس خیال کی نفی ہو جائے کہ آنحضرتؐ صرف عربوں ہی کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اسی خاطر کسریٰ کے نام نامۂ مبارک میں "النّاس کافّۃ" کے الفاظ استعمال فرمائے اور بتا دیا کہ میں عرب و عجم سب کے لئے رسولؐ اللہ ہوں۔

بادشاہوں کو اس لئے خطاب فرمایا تاکہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو رعایا بھی ان کی تقلید کرنے پر مائل ہوگی اس طرح راعی اور رعایا دونوں کا بھلا ہو جائیگا ـــ اگر حاکم نے انکار کیا تو رعایا سعادت سے محروم رہ جائے گی۔ اس لئے ان حاکموں کو لکھا گیا کہ تم پر دوگنا گناہ کا بار ہوگا اور اگر ایمان لے آئے تو دوہرا

اجر ملے گا۔ ایک تمہارے قبولِ حق کا، دوسرا تمہاری پیروی میں تمہاری رعایا کے راہِ ہدایت پر چلنے کا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لکھے ہوئے ان خطوط میں سے بعض خط کئی صدیوں بعد ان ممالک کے شاہی خزانوں یا ذخیرۂ نوادرات سے دستیاب ہوئے اور ان خطوط کے عکس شائع ہو کر عوام و خواص تک پہنچ گئے۔ یہ مکاتیب اہلِ ایمان کے لئے دیدہ و دِل کی تجلّی اور وجۂ تسلّی ہیں۔

ان خطوط پر مغربی ممالک میں بہت کچھ تحقیقی کام بھی ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ والیٔ مصر مقوقس کے نام جو مکتوب ارسال کیا گیا تھا اس کے بارے میں بہت سے تحقیقی مقالے لکھے گئے۔ اس خط کی دریافت کے بعد پہلے پہل اس کا ذکر فرانسیسی مجلّہ ژورنال اذیاتیک میں ۱۸۵۴ء میں ہوا ۔ لیکن ۱۹۰۴ء میں جُرجی زیدان نے اس کے بارے میں شک کا اظہار کیا تو مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ کے توجہ دلانے پر اس کو ماننا پڑا کہ یہ خط اصلی ہے۔ کیونکہ یہ خط عہدِ رسالت کے مطابق کھال پر لکھا گیا اور اس کا متن لفظ بہ لفظ بالکل وہی ہے جو عربی کتابوں سے نقل ہو کر قارئین تک پہنچا۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اسمِ مبارک کی مُہر موجود ہے ۔ یہ مُہر تین سطری ہے۔ سب سے نیچے اسمِ پاک مُحَمَّدؐ ہے۔ اس سے اُوپر رسُولؐ اور سب سے اوپر اسم اللّٰہ ہے۔

اللہ
رسول
محمد

مُہر کا قطر ایک انچ ہے۔ اسے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر بنایا گیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اعجم کے حکمران مُہر کے بغیر کسی مکتوب کو اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا مشورہ قبول کر لیا۔ یہ دوسرا موقعہ ہوا کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی بات کا وزن محسوس کیا گیا۔ پہلی مرتبہ احزاب کی جنگ سے پہلے خندق کھودنے کا مشورہ بھی آنحضرتؐ کو پسندِ خاطر ہوا اور خندق کھودی گئی۔ اب مُہر کا مشورہ دیا تو سرکارِ دو عالمؐ نے مُہر بنوانے کا حکم دیا۔ یہ مُہر حضرت عثمانؓ کے عہد تک موجود رہی۔ حضرت عثمانؓ سے مدینہ طیبہ کے ایک کنوئیں میں گر گئی اور تین دن کی تلاش کے باوجود مل نہ سکی۔ اِس طرح نبیٔ پاکؐ کی یہ یادگار ناپید ہوگئی۔

نجاشی شاہِ حبشہ کے نام

تاریخی اعتبار سے سب سے پہلا مکتوب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوایا وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام تھا۔
حبشہ کا ملک جزیرہ نمائے عرب کے جنوب کی سمت مشرقی افریقہ میں واقع ہے۔ جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر جینا دشوار کر دیا اور ان کو اپنے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روکا بلکہ تشدد پر اتر آئے تو آنحضرتؐ کی اجازت سے ۵ سنہ نبوی میں گیارہ (۱۱) مسلمان مردوں اور چار (۴) عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ اسی قافلے میں حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی اہلیہ بھی تھیں۔ اس قافلہ کے بعد ایک اور قافلہ بھی حبشہ گیا جس میں حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ بھی تھے انہیں آنحضرتؐ نے نجاشی کے نام ایک خط دیا۔ ایک

لحاظ سے اس خط کی حیثیت تبلیغی کے علاوہ تعارفی بھی ہے۔ چلتے وقت آنحضرتؐ نے ستم رسیدہ مہاجرین سے فرمایا کہ حبش میں ایک ایسے بادشاہ کی حکمرانی ہے جس کے دور میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ یہ آنحضرتؐ کا نجاشی کے بارے میں نیک گمان تھا اور اس کی عادلانہ صفت کو حضورؐ نے نورِ نبوت سے محسوس کر لیا تھا۔ خط کا متن یہ ہے:

"اس خط کو اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور بڑا رحم والا ہے۔ یہ خط محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے نجاشی شاہِ حبش کے نام ہے۔ امّا بعد: سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں اس خدا کی تعریف تمہیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں۔ جو بادشاہ، مقدس، سلامتی والا، امان دہندہ اور سلامت رکھنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسٰی روح اور کلمۃ اللہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک اور برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا تو وہ خدا کی روح سے حامل ہوئیں جیسا کہ خدا نے حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھے خدائے وحدہٗ کی طرف بلاتا ہوں تاکہ تو میری اتباع کرے اور مجھ پر نازل شدہ چیز پر ایمان لائے۔ کیونکہ میں خدا کا رسولؐ ہوں۔ میں تجھے اور تیرے لشکر کو خدائے

عزّ وجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پیغام پہنچا دیا اور بہی خواہی
کی۔ اب میری نصیحت کو قبول کرو۔ سلام اُس پر جو راہِ ہدایت
پر چلے ۔۔۔۔۔۔"

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اس خط کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ

"میں نے تمہارے پاس اپنے چچیرے بھائی جعفرؓ کو بھیجا ہے جس
کے ساتھ اور مسلمان بھی ہیں۔ جب وہ تیرے پاس آئیں تو اُن
کی مہمانداری کر ۔۔۔۔۔"

مہاجرین کے اس دوسرے قافلے کی حبشہ کو ہجرت کے بعد مشرکینِ مکّہ نے ایک سفارت حبشہ بھجوائی۔ اس سفارت میں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص بھی شامل تھے۔ مقصد یہ تھا کہ حبشہ جا کر شاہ نجاشی سے کہیں کہ یہ مہاجرین ہمارے بھگوڑے ہیں، اُنہیں پناہ نہ دی جائے۔

اس سفارت نے حبشہ کے پادریوں سے مل کر اپنے منصوبہ کو تکمیل تک پہنچانے کی تدبیر کی اور نجاشی کے دربار میں رسائی حاصل کر کے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ حضرت جعفرؓ بھی اس استغاثہ کی سماعت کے وقت موجود تھے۔

عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ ان لوگوں نے ایک نیا دین گھڑ لیا ہے۔ نجاشی نے پُوچھا یہ دین کیا ہے۔ اس پر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے دینِ اسلام کی حقیقت بیان کی اور کہا:

"اے بادشاہ ہم ایک جاہل قوم تھے۔ دیوی دیوتاؤں کے پجاری، اور مردار خور بدکار۔ ہمسایوں کو ستانے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خصومت رکھنے والے کینہ ور، وحوش تھے۔ طاقتور کمزور کا استحصال کر رہا تھا۔ ان حالات میں الانسان الکامل ؐ نے مبعوث ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچایا اور بتوں کی بندگی سے روکا۔ صدقِ مقال اور اکلِ حلال کی تلقین کی۔ یتیموں کے مال کو خرد برد کرنے سے روکا۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے فرائض بتائے۔ ہم اللہ کی توحید اور اس کی رسالت پر ایمان لے آئے۔ بداعمالیاں چھوڑ دیں۔ اس پر ہماری قوم والے ہماری جان کے لاگو ہو گئے اور چاہا کہ ہم دینِ حق کو ترک کر کے پھر سے گمراہی اختیار کر لیں۔"

نجاشی نے ان باتوں کو سراہا، تو عمرو بن العاص بولے:

"اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کے متعلق کچھ اچھا عقیدہ نہیں نہیں رکھتے۔"

حضرت جعفرؓ نے کہا کہ "ہمارے رسول ؐ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بندے، اس کے رسول اور کلمۃ اللہ ہیں۔"

اس موقعہ پر حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں

جنہیں سُن کر نجاشی بے اختیار رو دیا اور آنسوؤں سے اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی اور اس نے کہا "یہ کلام اور تورات ایک ہی چشمہ سے نکلے ہیں ــــ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تنکا برابر بھی اس سے زیادہ نہیں جو کہا گیا ــــ!"

اہلِ مکّہ کی سفارت ناکام لوٹ گئی۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں نامۂ مبارک کا یہ جواب لکھا ــــ اور چند تحائف بھی خدمتِ رسالت میں بھیجے۔

"محمّد (ص) رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی کی طرف سے ــ یا نبی اللہ! آپ کو اللہ سلامت رکھے اپنی رحمت اور برکت سے سرفراز فرمائے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے مجھے اسلام کا راستہ دکھایا ــــ یا رسولؐ اللہ! آپ کا خط مجھے ملا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ذکر ہے ــ زمین و آسمان کے مالک کی قسم ہے حضرت مسیح (ع) رتی بھر بھی اس سے زیادہ نہیں ــ آپ کے چچیرے بھائی اور ان کے ساتھی ہمارے مقرب ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔ میں نے ان تمام باتوں کو بخوبی سمجھ لیا ہے جو آپؐ نے ہم تک پہنچائیں اور اللہ رب العالمین کے لئے اسلام قبول کیا

اور آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ میں
آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارع بن اصحم بن الجر کو بھیج رہا
ہوں. کیونکہ میں اپنی ذات کے سوا کسی کا مالک نہیں۔ اگر
آپ چاہیں کہ میں آپ کے پاس آجاؤں تو آجاؤں گا. میں اقرار
کرتا ہوں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے. والسّلام علیک
یارسولؐ اللہ۔"

نجاشی کے بیٹے ارع کے ساتھ بہت سے حبشی بھی آئے. خیر سگالی کا
یہ وفد ہجرت سے کچھ ہی دن بعد مدینہ طیبہ پہنچا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
نے بڑی محبت اور خوش دلی کے ساتھ ان لوگوں کی مہمانداری فرمائی. اُنھی دنوں
مدینہ میں مواخاتِ اسلامی یعنی بھائی چارے کا عظیم سلسلہ شروع ہوا تھا اور
مہاجر و انصار اخوتِ اسلامی کے رشتے میں پروے جا رہے تھے. رسول پاکؐ
نے نجاشی کے خوش نصیب بیٹے ارع اور حضرت علیؓ کو اخوتِ اسلامی میں
منسلک فرمایا. ارع کی سیرت میں ایسا انقلاب آگیا کہ حبشہ واپس جا کر اس
نے ولی عہدی سے دست برداری کا فیصلہ کر لیا۔ آنحضرتؐ نے اس کے ہاتھ
نجاشی کے لئے کچھ تحائف بھی ارسال کئے اور وفد کی حبشہ واپسی کے لئے کشتیوں
کا انتظام بھی کیا۔ ارع کے ساتھ جو حبشی آئے تھے. ان میں سے بیشتر مدینہ
طیبہ ہی رہ گئے اور عہدِ رسالت کے دوران غزوات میں شریک ہوتے رہے.

نجاشی اُن دنوں روم کے بادشاہ ہرقل کا باج گزار تھا۔ اسلام قبول کرتے ہی ہرقل کو لکھ بھیجا کہ اب مجھ سے ایک پیسہ کی توقع بھی نہ رکھنا۔ گویا اسلام قبول کرنے کی سعادت کے بعد اُس نے ہر بوجھ کو اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔ جب یہ اطلاع ہرقل کو ملی ہے تو اُس کے بھائی نیاق نے کہا کیا تم اس کو چھوڑ دو گے کہ خراج ادا نہ کرے اور ایک نیا مذہب جو ہمارے عقیدے کے منافی ہے قبول کر لے۔

ہرقل نے جواب دیا ہم کیا کر سکتے ہیں کسی کو کسی دین سے رغبت ہوئی تو اس نے اسے قبول کر لیا۔

تاہم نجاشی کے قبولِ اسلام سے حبشہ کے مسیحی پادری بگڑ بیٹھے۔ مملکت کے طول وعرض میں اس کے خلاف مظاہرے ہوئے جنہیں نجاشی نے حسنِ تدبیر سے ٹالنے کی کوشش کی اور اسلام پر اپنی موت تک قائم رہا۔ فتح مکہ سے پہلے اس نے رحلت کی ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو مسلمانوں کو بقیع میں جمع کر کے بچشم پُرنم فرمایا: ـــــ "تمہارے بھائی نجاشی کا حبشہ میں انتقال ہو گیا ہے ـــــ" یہ کہہ کر سرکار دو عالم نے اُسکی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی ـــــ یہ بڑے نصیب کی بات ہے ! ـــــ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ کو معرکۂ خیبر کے دوران نجاشی کے انتقال کی خبر ملی تھی اور وہیں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

نجاشی کے بیٹے اُصحم کے نام

نجاشی کی اولاد میں سے صرف ارحا نے اسلام قبول کیا اور باپ کا خط لے کر مدینہ طیبہ آیا۔ اس نے واپس جا کر تخت نشینی سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ نجاشی کے دوسرے بیٹے اصحم نے باپ کی موت پر تاج و تخت سنبھالا۔ وہ عقیدۃً عیسائی مسلک کا پیرو تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم تھا۔ چنانچہ آغاز محرم سنہ ۷ھ میں جب دوسرے والیانِ ممالک کے نام خطوط لکھے گئے تو اصحم کے نام بھی ایک خط بھیجا گیا۔ اس خط کو صحابیؓ رسولؐ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمریؓ لے کر گئے۔

ابن اسحٰق کے حوالے سے بیہقی نے اس خط کا متن یوں نقل کیا ہے

"یہ خط محمدؐ رسول اللہ کا عظیم سردار حبشہ اصحم کے نام ــ سلامتی اس

پر جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے اور توحید و رسالت پر ایمان
لائے ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں.
وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں. اس کے بیوی ہے نہ
اولاد. اور محمدؐ اسی اللہ کا بندہ اور رسول ہے. میں تجھے قبولِ اسلام
کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آ سلامت رہے گا. اے اہلِ کتاب
آؤ ایک ایسی بات پر اتفاق کر لو جو ہم میں تم میں مشترک
ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور
اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں اور نہ اللہ کو چھوڑ کر
آپس میں اپنوں ہی کو ربّ مانیں. پس اگر وہ پلٹ جائیں
تو کہہ دو کہ ہم تو خدا کے فرمانبردار بندے ہیں. اگر تو انکار کرے تو تیری
قوم کے نصرانیوں کا وبال بھی تجھ پر پڑے گا۔۔۔۔۔۔۔"

"تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحم پسرِ نجاشی نے اسلام قبول نہیں کیا. غالباً
اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مملکتِ حبشہ میں عیسائی پادریوں کا بہت غلبہ تھا. نجاشی
کے زمانہ میں ان پادریوں نے حبشہ میں جو شورشیں بپا کی تھیں اصحم اُن سے
واقف تھا. اس لئے اس نے اقتدار کو اسلام پر ترجیح دی اور ایمان نہ لایا.

قبیلۂ عبد القیس کے نام

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ایک نوجوان منقذ بن حبان سے ہوئی۔ وہ بحرین کے قریب بسنے والے قبیلۂ ربیعہ کی شاخ عبد القیس کا معزز فرد تھا۔ وہ تجارت کی خاطر اکثر مدینہ طیبہ آتا جاتا۔ اس مرتبہ وہ کپڑے کی چادریں اور کھجوریں بیچنے آیا تھا ــــ آنحضرتؐ نے اسے دیکھا اور وہ تعظیم کے لئے کھڑا ہوگیا۔ سرکارِ دو عالمؐ مسکرائے اور اس سے پوچھا منقذ تمہاری قوم کے لوگوں کا کیا حال ہے اور اس استفسار کے ساتھ ہی اس کے قبیلے کے تمام سرداروں کا ایک ایک کر کے نام لیا۔

منقذ یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہوگیا اور اس نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقراء تعلیم فرمائی۔

جب چند روز بعد وہ مدینہ سے واپس ہونے لگا تو آنحضرتؐ نے اُسے ایک خط دیا جس میں قبیلۂ عبد القیس کے لوگوں سے خطاب فرمایا گیا تھا۔

اپنے قبیلے میں پہنچ کر منقذ نے یہ خط کسی کو نہیں دکھایا اور پاس چھپائے رکھا۔

ایک روز منقذ کی بیوی نے اپنے باپ اشج عصری کو بتایا کہ اس مرتبہ مدینہ سے واپسی کے بعد اس کے شوہر کا عجیب حال ہو گیا ہے۔ ہاتھ پاؤں دھو کر ایک سمت کو منہ کر کے کبھی رکوع اور کبھی سجدہ کرتا ہے۔ اس پر اشج عصری اپنے داماد منقذ کے یہاں آیا اور مفصّل باتیں کیں:

اسی موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خط منقذ نے اپنے خسر اشج عصری کے حوالے کیا۔ وہ یہ خط لے کر قبیلے کے معززین کے پاس آیا، اور انہیں پڑھ کر سنایا۔ خدا کی شان ہے نامۂ مبارک سُنتے ہی ان سب کا دِل اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور باہم مشورہ سے طے کیا کہ ایک وفد اشج عصری کی قیادت میں مدینہ طیبہ جائے۔

اس وفد میں کل چودہ نفوس تھے۔ ابھی یہ قافلہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر تھا کہ آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہارے پاس قبیلۂ عبد القیس کے کچھ لوگ آتے ہیں جو پورب والوں میں سب سے بہتر ہیں اور اُن میں ایک شخص اشج نامی بھی ہے۔ یہ لوگ نہ تو حق سے پھرنے والے ہیں اور نہ شک کرنے والے ــــ

یہ سُن کر حضرت عمرؓ ان خوش نصیبوں کو دیکھنے کے لئے راستہ پر جا کر کھڑے ہوگئے اور جب وہ آ گئے تو اُن کے ساتھ ساتھ خدمتِ رسالت میں آئے۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو دیکھتے ہی سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا ——— "مرحبا۔ مرحبا۔ ندامت اور رُسوائی سے پاک لوگ ہیں"۔

وفد کے دوسرے لوگ تو عُجلت کے ساتھ خدمتِ رسالت میں آ گئے تھے مگر وفد کے قائد اشبح نے قافلہ کا سارا اسباب یک جا کیا پھر اُجلا لباس پہنا اور اس کے بعد حاضر ہوا۔ آتے ہی آنحضرتؐ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ سرکارِ دو عالمؐ نے اپنے قریب بٹھایا۔

اشبح عصری کچھ خوش وضع آدمی نہ تھا ——— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنی ہیئت کے پیشِ نظر عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میرے خیال میں آدمی کی قدر و قیمت اسکے ڈھانچے پر موقوف نہیں ہوتی بلکہ زبان و دِل اس کا معیار ہیں۔

یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:——— "اے اشبح! تجھ میں دو باتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ ایک تو دانائی اور بُردباری ——— دوسری، سوچ سمجھ کر کام کرنے کی عادت ——— یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں جو تمام خوبیوں کی جڑ ہیں۔ بعض آدمی عقلمند ہوتے ہیں مگر جلد بازی میں اُن سے بہت ساری غلطیاں ہو جاتی ہیں اور پھر اُنہیں

شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ عُمدہ بات یہ ہے کہ آدمی جس کام کو کرنا چاہے پہلے اس میں خوب فکر کرے اور اس کے نفع ونقصان پر نظر ڈالے۔ پھر جب فائدے زیادہ معلوم ہوں اور اُس کا انجام بھی اچھا ہو تو اس کام کو کرے اگر خود فکر رسا نہ رکھتا ہو تو عقلمند دوستوں سے مشورہ کرے ــــ حکماء نے کہا ہے کہ جو آدمی خیال آتے ہی کسی کام کو کر گزرتا ہے اس میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ جانور کی عقل اسی قدر ہے کہ جو خیال آیا اسی طرف دوڑا۔ فکر و تامّل اور انجام پر نظر نہیں رکھتا۔

اشج عصری نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! میری جن دو صفتوں کو حضورؐ نے سراہا ہے کیا یہ مجھ میں کسبی ہیں یا وہبی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ــــ وہبی۔

اس گفتگو کے بعد اشج عصری نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! ہم کو ایسی تعلیم فرمائیے کہ جنّت میں مل جائے اور یہی احکام ہم اپنے قبیلے والوں کو بھی سکھائیں اور قُرب وجوار میں رہنے والوں کو بھی اس طرف بلائیں۔

اس وقت احادیث کے مطابق آنحضرتؐ نے اُنہیں توحید و رسالت نماز، زکوٰۃ اور رمضان المبارک کے روزوں کی تعلیم فرمائی۔

وفد ارکانِ دین سیکھ کر خوشی خوشی واپس ہوا۔

قیصرِ روم ھرقل کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قیصرِ روم ہرقل کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے روم کے عظیم ہرقل کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایتِ حق کی پیروی کی ــــ امّا بعد۔ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کر لو سلامتی پاؤ گے۔ اسلام لے آؤ۔ اللہ تمہیں دوگنا اجر دے گا۔ اگر تم نے اعراض کیا تو رومیوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات پر اتفاق کرلیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یہ کہ ہم اللہ کے

سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی
کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی کسی انسان
سے ایسے برتاؤ کا روا دار نہ ہو گویا خدا کو چھوڑ کر اُسے پروردگار
بنائے، پھر اگر اس سے رُوگردانی کرو تو گواہ رہنا کہ ہم خدا کے
فرمانبردار بندے ہیں یعنی اُسی کے ماننے والے ہیں ـــــــ"

یہ مکتوب حضرت دحیہ کلبیؓ لے کر گئے تھے۔ خط املا کرانے کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ قیصر روم کے نام خط کون لے کر جائے گا۔ اس
کیلئے جنت کی بشارت ہے ـــــ دحیہ کلبیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں یہ
خدمت انجام دوں گا، مگر قیصر روم نے اسلام قبول نہ کیا تو ....
آنحضرتؐ نے فرمایا وہ قبول کرے یا نہ کرے خط لے جانے والے کے لئے
جنت کی بشارت قائم۔

آنحضرتؐ نے دحیہ کلبیؓ سے فرمایا کہ یہ خط بُصریٰ کے حاکم حارث غسانی
کی وساطت سے قیصر کو دینا۔ اُنہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

قیصر روم اُن دنوں بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا۔ اُسے یہ خط حمص
میں پہنچایا گیا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ کہتے ہیں کہ جب میں قیصر کے پاس پہنچا تو اس
کے پاس اس کا بھتیجا بھی بیٹھا تھا، اس کا رنگ سُرخ، آنکھیں نیلی اور سر پہ لٹکتے
ہوئے لانبے بال تھے۔

نامۂ مبارک قیصر کے سامنے پڑھا گیا. پہلے ہی فقرے پر بھتیجے نے تیور بگاڑ کر کہا ـــــ "یہ خط مت پڑھو ـــ"

قیصر نے پوچھا : کیوں ؟

کہنے لگا ـــ اس میں تمہارے نام کو موخر کیا گیا ہے اور تم کو روم کا بادشاہ نہیں بلکہ عظیم الروم لکھا گیا ہے.

قیصر بولا ـــ کوئی بات نہیں اس لئے کہ اس میں ہماری توہین پیشِ نظر نہیں ، خط سننے کے بعد اس نے تعظیماً اس خط کو اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا اور حکم دیا کہ اگر مکّہ کا کوئی شخص یہاں موجود ہو تو اسے حاضر کیا جائے.

اتفاق سے ابو سفیان جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے مکّہ کے ایک تاجر گروہ کے ساتھ ایلیا میں رُکے ہوئے تھے. اُنہیں بلا کر لایا گیا. اس وقت دربار میں روم کے چیدہ عمائدین حاضر تھے اور ایک ترجمان بھی موجود تھا. ابو سفیان کے ساتھ مکّہ کے اور رفقا بھی تھے. ہرقل نے ابو سفیان کو اپنے قریب جگہ دی اور انکے رفقا سے کہا اگر ابو سفیان میرے کسی سوال کا غلط جواب دے تو تم فوراً ٹوک دینا ـــــ قبولِ اسلام کے بعد ابو سفیان نے بتایا اگر مجھے اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ میرے رفقا مجھ پر ہمیشہ کذب بیانی کی تہمت رکھیں گے تو ہرقل کے سامنے اُس روز خوب دروغ بافی سے کام لیتا.

گفتگو شروع ہوئی. اس گفتگو کا احادیث میں مفصل ریکارڈ موجود ہے.

ہرقل نے پہلا سوال کیا: محمدؐ خاندانی اور نسبی اعتبار سے کیسے ہیں ؟

ابوسفیان : شریف و نجیب !

ہرقل : نبی کو نجیب اور شریف ہی ہونا چاہیئے تاکہ اس کی اطاعت میں انسان کو عار نہ آئے اور رہاں یہ بتاؤ کہ تم لوگوں میں اور بھی کوئی مدعی نبوت ہوا ہے ـــــ ؟

ابوسفیان : نہیں !

ہرقل : کیا اُن کے اجداد میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے ؟

ابوسفیان : نہیں !

ہرقل : آنحضرتؐ نے دعوائے نبوت سے پہلے کبھی غلط بیانی سے کام تو نہیں لیا ـــــ ؟

ابوسفیان : اُن کو ہمیشہ "صادق" کے لقب سے پکارا گیا ہے۔

ہرقل : ٹھیک ہے جو شخص آپس میں کسی کے متعلق جھوٹ بات زبان سے نہیں نکالتا۔ وہ اللہ پر کیسے بہتان باندھے گا کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

ہرقل : اُس کے پیرو امیر زیادہ ہیں یا مُفلس ؟

ابوسفیان : سب کے سب مُفلس اور نادار لوگ ہیں۔

ہرقل : نبیوں کے ابتدائی پیرو غربا ہی ہوتے ہیں ہاں مگر

ان کی پیروی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے ؟

ابُوسفیان : بڑھ رہی ہے !

ہرقل : یہ بھی محمدؐ کی صداقت کی دلیل ہے. کیا اسلام میں شامل ہونے والے یہ دین چھوڑ تو نہیں جاتے؟

ابُوسفیان : نہیں چھوڑتے نہیں !

ہرقل : ایمان کی تعریف ہی یہ ہے کہ دِل میں گھر کر لے تو پھر انسان ___ ڈگمگاتا نہیں ہے ___ یہ بتاؤ کہ وہ ہدایت کیا کرتے ہیں ؟

ابُوسفیان : وہ کہتے ہیں بزرگوں کی ریت چھوڑ دو. میری ہدایت پر عمل کرو بُت پرستی ترک کر دو ___ نماز پڑھو ___ روزے رکھو ___ اللہ تعالیٰ کو ایک مانو ___ سچائی پر کاربند رہو. صلہ رحمی کرو ___ بدکاری اور زنا سے بچو .

ہرقل : جس نبیؐ کی حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی محمدؐ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں اور جہاں آج میں بیٹھا ہوں ایک روز وہی یہاں کے مالک و مختار ہونگے میرا دِل چاہتا ہے کہ میں اُن کی خدمتِ اقدس

میں حاضر ہو کر سعادت حاصل کروں۔

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے تمام اعلیٰ افسروں اور پادریوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی ــــــ لیکن یہ عمائدین ہرقل کی بات سُن کر برہم ہوئے اور واک آوٹ کرتے ہوئے صدر دروازہ کی طرف جنگلی گدھوں کی طرح بھاگے۔ لیکن دروازہ بند پایا ــــ ہرقل نے اُنہیں پھر بلایا اور کہا ــــــ "کم عقلو! میں تو صرف تمہاری ثابت قدمی کا امتحان کر رہا تھا، سو تم بہت پختہ نکلے"ــــــ درباری مطمئن ہو گئے۔

اس مرحلہ پر ہرقل نے ابوسفیان اور اُن کے ساتھیوں کو دربار سے رخصت کیا۔ باہر نکل کر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا ــــــ "یارو معاملہ اب یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ رسولؐ پاک سے شاہِ روم تک خوفزدہ ہے۔"

ہرقل اسلام کی طرف مائل ہونے کے باوصف ایمان نہ لایا تاہم اس نے خدمتِ رسالت میں چند اشرفیاں بطور نذر بھیجیں اور ایک خط بھی تحریر کیا جس میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا کہ "میں نے اسلام قبول کر لیا ہے"

آنحضرتؐ نے خط پڑھ کر فرمایا ــــــ "اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے وہ تو اپنی عیسائیت پر بدستور قائم ہے۔"

مولانا شبلی مرحوم لکھتے ہیں ــــــ "قیصر کے دل میں نورِ اسلام آچکا ہوتا

لیکن تخت و تاج کی تاریکی میں وہ روشنی بجھ کر رہ گئی ــــــ"

یاد رہے کہ غزوۂ موتہ میں ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی فوجوں کی کمان خود کی تھی۔

بہر کیف چلتے چلتے اس نے حضرت دحیہ کلبیؓ سے کہا کہ میری متعصب رعایا کی روش تو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ اگر تم رومیہ کے اُسقفِ اعظم ضغاطر سے جا کر ملو اور اسے اسلام کی دعوت دو، اگر وہ تصدیق کر دے تو راہ ہموار ہو جائے گی ــــــ حضرت دحیہ کلبیؓ مدینہ طیبہ آئے اور صورتِ حال بیان کی۔ اس پر آنحضرتؐ نے ضغاطر کے نام ایک نامہ مبارک لکھوایا جو یہ ہے:

"جس نے اسلام قبول کیا اس پر سلام ہو۔ میرا مسلک بھی وہی ہے جس پر عیسیٰ بن مریم رُوح اللہ کاربند رہے اور وہ اللہ کا کلمہ تھے جو عصمت مآب مریم کو ودیعت ہوا تھا۔ میں اللہ پر اور ان کتابوں پر جو حضرت ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئیں ایمان رکھتا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کو ربّ کی طرف سے جو دیا گیا، اس کا ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور نبیوں میں کسی بھی تفریق و امتیاز کے قائل نہیں ہم راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ سلام اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے ــــــ"

تاریخ سے پتہ چلتا ہے ضغاطر ایک راست باز اور حق شناس آدمی تھا۔

اس نے عبادت کے روز کلیسا میں لوگوں سے کہا : ـــــ "رومیو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مکتوب آیا ہے جس میں ہمیں اللہ تعالٰے کے دینِ حق کی دعوت دی گئی ہے ـــ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں ـــ ہماری الہامی کتابوں میں نبی اکرمؐ کی صفات درج ہیں ـــ"

اس طرح اس نے مجمعِ عام میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا جس پر لوگوں نے طیش میں آکر ضغاطر کو اتنا مارا کہ وہ شہید ہوگیا۔

ہرقل کے نام کا مکتوب آج سے نو سو برس پہلے اندلس میں تھا زوالِ اندلس کے بعد یہ مکتوب کسی نہ کسی طرح مکہ پہنچا دیا گیا۔ حجاز کے حکمران ہاشمی خاندان نے اسے اپنے یہاں محفوظ رکھا ـــ مئی ۱۹۷۵ء میں اخبارات کے ذریعہ یہ خبر ملی کہ ہاشمی خاندان کے شاہ عبداللہ (اُردن کے موجودہ فرمانروا شاہ حسین کے دادا) نے اپنی ملکہ منجہ کو اس شرط پر دے دیا تھا کہ کسی اشد ضرورت کے وقت اسے کسی مسلمان بادشاہ کے ہاتھ فروخت کر دینا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ابوظبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان النہیان دس لاکھ پونڈ کے عوض اس کو خرید کرنے پر رضامند ہو گئے اور اسے ابوظبی لاکر اپنے محل کے ایک حصّہ میں عوام کی زیارت کے لئے رکھوانا چاہتے ہیں۔

خسرو پرویز شاہِ ایران کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شاہِ ایران کے نام سادہ اور مختصر سا مکتوب لکھا:

"اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ــ اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے حاکم ایران کے نام ــ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے. اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جسے پورے عالم انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں بدعملیوں کے نتائج سے ڈرایا جائے اور اللہ کی بات کافروں کے بارے میں ضرور پوری ہو کر رہے گی، تو اسلام لے

سلامت رہے گا۔ اگر انکار کرے تو پوری زرتشتی قوم کا وبال تیری
گردن پر ہوگا ـــــــ"

یہ نامۂ مبارک حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمیؓ لے کر گئے۔ انہیں آنحضرتؐ
نے ہدایت فرمائی کہ یہ دعوت نامہ حاکم بحرین منذر کے پاس لے جائیں اور
اُس کی وساطت سے خسرو پرویز کے دربار میں جا کر خود اس کے ہاتھ میں دیں۔
حضرت حذافہؓ نے ارشادِ نبویؐ کی حرف بحرف پابندی کی۔ خسرو کے دربار میں پہنچے
تو اُس نے اپنے ایک درباری سے کہا کہ خط ان کے ہاتھ سے لے لو۔ حضرت عبداللہؓ
بن حذافہؓ نے کہا میں یہ خط صرف تمہارے ہاتھ میں دوں گا کیونکہ رسولِ پاکؐ نے
مجھے یہی ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ خود اسی کو دیا۔

خسرو نے درباری ترجمان کو پڑھنے کے لئے دیا اور خط سُن کر محض اس بنا پر چاک
کر ڈالا کہ اس میں اس کے نام سے پہلے رسول پاکؐ کا اسم گرامی کیوں لکھا گیا ہے
کیونکہ مقررہ آداب کے مطابق ساسانی شاہنشاہ کا نام بہرحال اوّل لکھنا ضروری
ہے۔

خسرو پرویز کی یہ حرکت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کھڑے ہو گئے
اور پکار کر کہا:

"اے اہلِ فارس تمہاری زندگی قرنوں سے جہالت میں گزری ہے۔
تمہارے پاس نہ اللہ کی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی اس کا کوئی

رسول تمہارے یہاں مبعوث ہوا ہے جس عظیم سلطنت پر تم نازاں
ہو یہ خدا کی وسیع کائنات کا صرف ایک گوشہ ہے. دنیا میں تم
سے بڑی بڑی سلطنتیں بھی موجود ہیں. اے خسرو! تم سے پہلے
کتنے بادشاہ گزرے ہیں، اُن میں سے جس نے آخرت کو اپنا مقصود
گردانا وہ دُنیا سے بامراد گیا اور جس نے دُنیا کو اپنا مقصود ٹھہرالیا
اس کی آخرت تباہ ہوگئی. افسوس کہ میں نجات اور فلاح کے جس
پیغام کو لے کر تمہارے پاس آیا ہوں تم نے اس کی تحقیر کی. حالانکہ
میں جانتا ہوں کہ تم رسول عربی فداہ ابی وامی کے خوف سے لرزاں
بھی ہو. یاد رکھ کہ آوازِ حق تحقیر سے دب نہ سکے گی."

اس بے باکانہ خطاب کی تاب نہ لاکر خسرو پرویز نے حضرت حذافہؓ کو دربار
سے نکلوا دیا اور وہ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے. دربارِ رسالت میں
سارا واقعہ عرض کیا. جسے سُن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْ مُلْکَہٗ (بارے الٰہا! اس کی مملکت کے
پرخچے اڑا دے).

اور دنیا نے اس کی مملکت کا عبرتناک انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا.
خسرو پرویز جسے کسریٰ بھی کہا جاتا ہے بڑے جاہ و جلال کا مالک اور وسطِ
ایشیا کی سلطنتِ ایران کا حکمران تھا. اس کا مذہب آتش پرستی تھا. چنانچہ

نامۂ مبارک میں آنحضرتؐ نے توحید پر خاص زور دیا کیونکہ زرتشتیوں کے یہاں یزداں اور اہرمن یعنی خیر و شر کے دو خداؤں کا عقیدہ موجود ہے۔ اس لئے اُن کو یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ اللہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ پھر واضح الفاظ میں اسلام کی عالمگیر صداقت اور اقوام عالم کی طرف اپنی بعثت کا ذکر فرمایا تاکہ یہ شبہ زائل ہو سکے کہ آنحضرتؐ صرف عربوں ہی کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ میں عرب و عجم سب کے لئے رسول اللہؐ ہوں۔

خسرو پرویز نے ایک اور گستاخی کی کہ یمن میں اپنے نائب اور بھتیجے باذان کو پیغام بھیجا کہ حجاز کے مُدعی نبوّت کو ہمارے پاس بھجوا دو۔ اس نے دو آدمیوں کو تیار کر کے مدینہ طیبہ بھیجا۔ ان میں سے ایک کا نام قہرمانہ اور دوسرے کا بابویہ تھا۔ ان دونوں کی ڈاڑھیاں صفاچٹ اور مونچھیں جلّادوں کی طرح لمبی لمبی تھیں۔ آنحضرتؐ نے ان راس دھاریوں کی ہیئت کذائی دیکھ کر فرمایا۔ تمہارا ناس ہو تمہیں ایسی شکل بنانے کی تعلیم کس نے دی ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے آقا کسریٰ کا یہی حکم ہے۔ پھر اُنہوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا کہ خسرو نے آپ کو طلب کیا ہے۔

آنحضرتؐ مسکرائے اور فرمایا کہ اس بات کا مجھ سے کل جواب لینا ـــ اگلے روز آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا:

"اپنے حاکم باذان کو یہ خبر پہنچا دو کہ میرے رب نے خسرو پرویز کا کام

تمام کر دیا"۔

قاصد جب یمن پہنچے وہاں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ خسرو کی رومیوں سے جنگ ہو رہی تھی اور وہ شکستیں کھاتا جاتا مگر صلح پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کر کے رومیوں کی شرطیں مان لیں اور صلح کر لی۔

خسرو پرویز ۱۳۔ جمادی الاوّل ۷ھ (مطابق ۱۴۔ ستمبر ۶۲۸ء) کی رات جہنّم واصل ہوا۔

خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کرنے کے بعد بازان کو خط بھیجا کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کوئی تعرّض نہ کیا جائے۔

چھ ماہ کی مختصر مدّت میں شیرویہ کا بھی انتقال ہو گیا اور ایران کی سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔

ادھر یمن کے حاکم بازان نے اپنے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کو پرکھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اسکے درباری اور بہت سے دوسرے لوگ بھی اسکی تقلید میں ایمان لے آئے۔

ایک برس بعد بازان کی وفات پر یمن میں بدامنی پھیل گئی تو رسولِ پاکؐ نے اسکے نابالغ بیٹے کو حاکم مقرر کر دیا لیکن امن وامان کی بحالی کے لئے ابوموسیٰ اشعریؓ، معاذ بن جبلؓ، عامر ہمدانیؓ وغیرہ صحابہؓ کو یمن کے اضلاع کا منتظم بنا کر بھیج دیا۔

مقوقس حاکمِ مصر کے نام

مصر برِاعظم افریقہ کے شمال میں واقع ہے۔ قرآن مجید کے تاریخی حصّے اور خاص طور پر سورۂ یوسفؑ سے اس مُلک کے تمدّن پر روشنی پڑتی ہے کہ یہ خطّۂ ارض بھی روم اور فارس کی طرح بداخلاقیوں اور ثقافتی خباثتوں کا مرکز رہا ہے۔

فراعنہ کے زوال کے بعد عہدِ رسالت میں یہاں مقوقس حکمران تھا۔ اصل میں وہ قیصرِ روم کے ماتحت یہاں کا حکمران اور دینی پیشوا تھا اور یہ منصب اس کا موروثی تھا۔ گویا مصر رومیوں کی ایک نوآبادی تھی اور یہاں مصر کے قدیم باشندوں کے علاوہ بازنطینی یعنی رومی بھی بکثرت آباد تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مقوقس کو لکھا:

"محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسولؐ کی طرف سے، مقوقس قبطیوں
کے سردار کے نام . سلام اُس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا میں تمہیں
اسلام کی دعوت دیتا ہوں. اسلام قبول کر لو اور محفوظ ہو جاؤ
اگر اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کا دوہرا اجر دے گا
اور اگر تم نے اس سے مُنہ پھیر لیا تو تمام قبطی قوم کا گناہ بھی
تم پر ہوگا. اے اہلِ کتاب! آؤ کم از کم اُس بات پر مِل بیٹھیں
جو ہمارے اور تمہارے درمیان مُشترک ہے، یعنی ہم اللہ کے
سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک
نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے مقابلے میں اپنا
پروردگار بنائے، پھر اگر اب بھی وہ رُوگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ
رہنا ہم تو ماننے والے ہیں"

یہ خط صحابیٔ رسول حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ لے کر اسکندریہ گئے تھے.
یہ خط چونکہ ایک عیسائی حاکم کی طرف لکھا گیا تھا اس لئے مخاطب کے عقیدے
کے مطابق اس سے خطاب فرمایا گیا ہے. آغاز ہی میں ارشاد فرمایا کہ یہ خط اللہ
کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کی طرف سے لکھا جا رہا ہے —— اس
سے مراد یہ کہ خدا کا ہر رسول اس کا بندہ اور مخلوق ہے نہ کہ ابن اللہ جیسا کہ عیسائیوں
کا عقیدہ ہے. پھر آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم ایمان لے آؤ تو تمہیں دوہرا

اجر ملے گا اور وہ اس طرح کہ تمہارے مسلمان ہونے نہ ہونے کا اثر تمہاری رعایا پر ہوگا. اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو ان کے اسلام قبول نہ کرنے کا باعث تم ہوگے. یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ آدمی اپنے سے بڑے کی تقلید کرتا ہے. یہ بڑائی عمر میں ہو، یا رتبے کی ہو. علم میں فضیلت رکھتا ہو یا عقل کے اعتبار سے ہو. عام لوگ ضرور اس سے اثر قبول کرتے ہیں اور لاشعوری یا شعوری طور پر اپنے سے بڑے بالخصوص اپنے سردار یا حاکم کی پیروی کرنے لگتے ہیں. اگر سردارِ قوم اسلام قبول کرلے تو اس کی رعایا بھی ایمان لے آئے گی، لیکن اگر اس نے رُوگردانی کی اور اسلام کی دعوت ماننے سے انکار کردیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عام لوگ اس دین کے بارے میں غور و فکر نہیں کریں گے اور ہدایت کی روشنی سے محروم رہ جائیں گے. دوسرے لفظوں میں ان لوگوں کی گمراہی کے ذمہ دار اُن کے حاکم یا سردار ہوں گے اور رعایا کا گناہ بھی حاکموں پر ہوگا. ـــــ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ؐ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا، 'اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو خدا تمہیں اس کا دوہرا اجر دے گا.' یعنی ایک تمہارے اپنے قبولِ حق پر اور دوسرے تمہاری پیروی میں تمہاری قوم کے راہِ ہدایت اختیار کرلینے پر.

الاصابہ اور البدایہ کی روایت کے مطابق مقوقس نے حضرت حاطب ؓ کو شاہی محل میں ٹھہرایا اور اپنے پادریوں کو بُلوا کر ایک مجلس منعقد کی اور حضرت حاطب ؓ سے کہا کہ میں کچھ باتیں تم سے پوچھوں گا ذرا سوچ سمجھ کر جواب

دیا۔ یوں حضرت حاطبؓ کو قاصد کے ساتھ ساتھ سفارت کے فرائض بھی انجام دینا پڑے۔

مقوقس : کیا محمدؐ سچے پیغمبر ہیں؟

حضرت حاطبؓ : ہاں لاریب وہ رسولِ برحق ہیں!

مقوقس : اگر وہ ایسے ہی ہیں تو قریش کے حق میں بددعا کیوں نہ کی جب اُنہوں نے اُنہیں ہجرت پر مجبور کر دیا؟

حضرت حاطبؓ : تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور مُرسل مانتے ہو تو پہلے یہ بتاؤ کہ جب قوم اُن کو صلیب پر چڑھانے کو آمادہ ہو گئی تو اُنہوں نے بددُعا کیوں نہ کی۔

مقوقس : اگر واقعی محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اُنہوں نے یہ خط دے کر ناحق تمہیں یہاں بھیجا ہے، اس کی کیا ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہوتی اور میں اُن کا دین اختیار کر لیتا۔

حضرت حاطبؓ : تمہارا استدلال درست نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے قبائل میں تبلیغ کی خاطر اپنے داعی کیوں بھیجے تھے۔ بس دُعا کرتے اور لوگ ایمان لے آتے ـــــ دیکھو مقوقس یہ محلِ تمسخر نہیں ہے تم سے پہلے بھی مصر کی مملکت میں

ایک بادشاہ گزرا ہے جو لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میں
تمہارا "ربِ اعلیٰ ہوں" اس کا بڑا عبرتناک انجام ہوا۔
تم دوسروں کے انجام سے عبرت پکڑو کہیں ایسا نہ
ہو کہ تمہارا انجام دوسروں کے لئے عبرت بن جائے۔"

یہ جوابات سُن کر مقوقس نے کہا "تم بہت عقلمند ہو اور جس کے
تم فرستادہ ہو وہ بھی صاحبِ حکمت و دانش ہے۔ مگر ہم ایک دین کی پیروی
کر رہے ہیں۔

حضرت حاطبؓ نے فرمایا:

"اسلام کی دعوت تم کو نبی اکرمؐ نے اسی طرح دی ہے جس طرح
عیسائی لوگ یہود کو دینِ مسیحی کی دعوت دیتے ہیں، حضرت
عیسیٰ علیہ السّلام نے رسالتِ محمّدی کی بشارت دی تھی۔ جو قوم
جس زمانے کا نبی پائے اس قوم پر اُس نبی کی اطاعت فرض
ہے، لہٰذا تم اپنے عہد کے نبیؐ کی اطاعت کرو۔ ہم تمہیں حضرت عیسیٰ
علیہ السّلام ہی کے مذہب کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے مذہب سے
برگشتہ نہیں کرتے۔ اب تک عیسائیوں کا رویّہ ہمارے ساتھ
بہت اچھا رہا ہے۔ انہوں نے یہود اور بُت پرستوں کی طرح ہماری
مخالفت نہیں کی۔"

مقوقس بولا :

"بے شک جس نبیؐ کا انتظار ہے اس کے ظہور کا وقت یہی ہے۔
مگر میرا خیال ہے وہ ملک شام میں ہوگا تورات اور انجیل کی
روایات کے مطابق اس کی صفات یہ ہوں گی کہ صدقہ کا مال
نہیں لے گا مگر ہدیہ قبول کرے گا۔ اُس کے حلقۂ اُمّت میں نادار
اور مفلس لوگ ہوں گے اور اس نبیؐ کی پشت پر دونوں شانوں
کے بیچوں بیچ مُہرِ نبوّت ہوگی۔"

اس گفتگو کا کوئی مثبت نتیجہ اس کے سوا نہ نکلا کہ مقوقس نے آنحضرتؐ کا خط
ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھ کر اسے سربمہر کرنے کے بعد شاہی خزانے میں محفوظ کرا دیا
اور اس نامۂ مبارک کا جواب بھی اچھے پیرایہ میں تحریر کیا، اور آنحضرتؐ کے لئے تحفے
تحائف بھی بھیجے۔

مقوقس کے خط کا متن یہ ہے:

"محمدؐ بن عبداللہ کی جانب مقوقس کی طرف سے ——— میں نے
آپ کا خط پڑھا اور اس کے مندرجات کو سمجھ لیا ہے۔ مجھے یہ معلوم
ہے کہ ابھی ایک نبی مبعوث ہونا ہے لیکن میرا خیال تھا کہ وہ شام
میں پیدا ہوگا۔ میں نے قاصد کو عزّت و اکرام سے مہمان کیا ہے۔ آپ
کے لئے دو معزز خاندان کی لڑکیاں، چند کپڑے اور سواری کے

لئے جانور ارسال کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل

کرے ـــــــ"

یہ لڑکیاں ماریہ قبطیہ اور سیرین تھیں اور دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت ماریہؓ کو اُم المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اُنہی کے بطن سے سرکارِ دو عالمؐ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے لیکن صغر سنی میں وفات پا گئے ـــــــ حضرت ماریہؓ کی بہن سیرین حضرت حسانؓ بن ثابت کو عطا ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس کا خط پڑھ کر فرمایا کہ وہ مُلک اور سلطنت کے اقتدار کی وجہ سے بھول میں مبتلا ہے۔ حالانکہ اس کے ملک کو بقا نہیں ہے۔

مصر میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی ملاقات بھی مقوقس سے ہوئی تھی وہ ابھی ایمان نہ لائے تھے، پھر اسکندریہ میں وہ کنیسہ "یوحنّس" کے لاٹ پادری سے بھی ملے یہ پادری نیک اور پارسا شخص تھا۔ حضرت مغیرہؓ نے اس سے سوال کیا کہ ابھی کوئی نبی آنا باقی ہے یا نہیں ـــــ؟

پادری نے کہا: ہاں ایک نبی باقی ہے اور وہی خاتم النبیینؐ ہے۔ اُن کے اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے ہمیں انہی کی اتباع کا حکم دے رکھا ہے۔ وہ ایسا نبی ہے جس نے کسی درسگاہ سے تعلیم

حاصل نہیں کی۔ وہ عرب کا رہنے والا ہے۔ اسم مبارک اس کا احمدؐ ہے۔ میانہ قد و قامت۔ زلفیں رکھنے والا۔ گاڑھے کا لباس پہننے والا۔ ہر دم جہاد کے لئے تیار۔ دشمن سے بے خوف۔ ہجرت پر آمادہ۔ اس کے ساتھی سو جان سے اس پر قربان ہونے والے۔ وہ تمام عالم کا رہبر ہے اور تمام زمین اس کی مسجد ہوگی۔"

حضرت مغیرہؓ نے قبولِ اسلام کے بعد اس پادری سے اپنی ساری گفتگو آنحضرتؐ کے گوش گزار کی جو سرکارِ دو عالمؐ کو پسند آئی اور چاہا کہ صحابہؓ بھی اس کو سنیں۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں میں اکثر اس بات کو صحابہ کرامؓ کے سامنے بیان کیا کرتا تھا۔

اہلِ نجران کے نام

مکّہ سے سات منزل اور یمن سے ڈیڑھ سو میل شمال میں نجران کا وسیع ضلع واقع ہے جو اُس زمانے میں عیسائیوں کا گڑھ تھا۔ اس کے عظیم کلیسا کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی۔ اس کلیسا کا اُسقف یعنی لاٹ پادری عبد المسیح تھا اسی کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ۹ھ میں ایک مکتوب ارسال کیا۔ مکتوب یہ ہے:

"میں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کے خدا کے نام پر شروع کرتا ہوں۔
امّا بعد، میں تم کو بندہ کی عبادت سے خدا کی عبادت کی طرف اور بندے کی ولایت سے خدا کی ولایت کی طرف بُلاتا ہوں۔ اگر تم نے اس سے انکار کیا تو تم پر جزیہ عائد کیا جائے گا اور اگر تم نے

اس سے بھی انکار کیا تو پھر جنگ کی اطلاع دیتا ہوں"۔

یہ خط جب نجران کے اُسقف کو مِلا تو اس نے شرجیل بن وداعہ کو مشورہ کے لئے بلایا۔ شرجیل ہمدان کا رہنے والا تھا اور اہلِ نجران اس کے مشورہ کے بغیر لُقمہ نہیں توڑتے تھے۔ اس نے نامہ مبارک پڑھنے کے بعد کہا کہ یہ دُنیا کا معاملہ نہیں ہے اور میں نبوت کے بارے میں رائے دینے سے قاصر ہوں البتہ اتنا ضرور کہونگا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ایک نبی ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ہو۔

اس کے بعد اُسقف نے سب لوگوں کو کلیسا میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ گرجا گھر کے گھنٹے بجا دیئے گئے۔ آس پاس ۷۳ گاؤں تھے جن کی مجموعی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو اُسقف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا خط پڑھ کر سُنایا اور اہلِ رائے کو مشورہ دینے کے لئے کہا۔ بالآخر اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ ایک وفد مدینہ طیبہ بھیجا جائے جو آنحضرتؐ سے مل کر مکمل کوائف جمع کرے۔

اس وفد کا امیر عبد المسیح خود تھا۔ وفد کے لئے ساٹھ افراد ساتھ لئے۔ ان میں شرجیل بن وداعہ، جبّار بن فیض، ایک ماہرِ تعلیمات ابوحارثہ اور نجران کا چیف جسٹس ایہم شامل تھے۔

اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا گیا۔ وہیں انہوں نے اپنے طریق کے

مطابق مشرق کی سمت مُنہ کر کے عبادت بھی کی. اس سے آنحضرتؐ کی فراخدلی کا ثبوت ملتا ہے کہ رحمتِ عالمؐ نے اپنی مسجد میں غیر مسلموں کو بھی عبادت سے نہیں روکا.

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفد کے بیشتر ارکان انتہائی غیر مہذب تھے اُنھوں نے مسجد نبوی کے حوالی میں خوب نجاست بکھیری اور صحابہ کرامؓ نے ان گنواروں کی بد مذاقی کو مہمان سمجھ کر برداشت کیا.

بہرکیف ان کی آمد کا مقصد سرکارِ دو عالمؐ سے ملاقات کرنا تھا. ملاقات سے پہلے اُنھوں نے فاخرہ لباس پہنے اور سونے کی اُنگشتریاں ہاتھوں میں سجا کر خدمتِ رسالت میں آئے اور سلام کہا ــــ رسولؐ پاک نے اُن کے سلام کا جواب نہیں دیا. اور نہ اُن سے کوئی بات کی. کچھ دیر انتظار کے بعد اُنھوں نے حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ آپ کے رسولؐ نے ہمیں خط لکھا. ہم آئے ہیں تو اب ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے اور نہ ہم سے بات ہی کرتے ہیں. اُن دونوں نے حضرت علیؓ سے مشورہ کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ زمین تک لٹکتے ہوئے متکبّرانہ لباس اور طلائی انگوٹھیاں اُتار دیں اور سادہ لباس پہن کر ملیں. چنانچہ جب وفد کے ارکان نے ایسا کیا تو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن کے سلام کا جواب بھی دیا اور باتیں بھی کیں.

گفتگو کا آغاز ہوا۔ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی۔
انہوں نے کہا ہم تو قدیمی مسلمان ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کریم کی طرف
زن و فرزند کی نسبت کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیتے ہیں،
صلیب کی پوجا کرتے اور خنزیر کھاتے ہیں وہ مسلمان نہیں ہوتے۔
انہوں نے کہا اگر عیسیٰؑ ابن اللہ نہیں تو پھر باپ کے بغیر کیسے خلق
ہوئے؟
کچھ دیر کے لئے سرکارِ دو عالمؐ خاموش ہو گئے۔ اسی وقفہ میں سورۂ آل
عمران کی تراسی (۸۳) آیات کا نزول ہوا، اور پھر آنحضرتؐ نے اُن کو مخاطب فرماتے
ہوئے کہا:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ
تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام جیسی ہے خدا
نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور جب آدمؑ وجود میں آئے تو موجود ہو
گئے، یعنی جس اللہ نے آدمؑ کو ماں باپ کے بغیر پیدا کیا اس نے عیسیٰؑ
کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا —"

مزید تشریح کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا — آپ لوگ جانتے ہیں
کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ آپ کو اس چیز کا اعتراف ہوگا کہ پروردگارِ عالم

حیّ لَا یَمُوت ہے۔ اس کے لئے فنا لازم نہیں اور حضرت عیسیٰؑ فانی ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کا حافظ اور مالک ہے دنیا اور اس کے مافیہا کوئی چیز ایسی نہیں جو اُس کے علم سے پوشیدہ ہو۔ کیا حضرت عیسیٰؑ کی بھی یہی شان ہے ؟

پھر فرمایا اللہ کھانے پینے اور حوادث سے منزّہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خور و نوش سے فارغ نہیں تھے۔ عیسیٰؑ شکمِ مادر میں اسی طرح رہے جیسے عام بچے رہتے ہیں۔ پھر عام بچوں ہی کی طرح اُن کی ولادت ہوئی ——— اور خدا کی ہستی اس سے پاک ہے۔

جب وفدِ نجران نے ان دو ٹوک باتوں پر غور کیا تو حواس باختہ ہو کر کج بحثی کرتے ہوئے کہا کہ آپؐ بھی حضرت عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ اور رُوح اللہ مانتے ہیں لہٰذا ہمیں اس سے زیادہ منوانے کی ضرورت نہیں۔

سورۂ آلِ عمران کی ان آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی وفد سے مناظرہ کا موضوع شانِ الوہیت اور امر نبوّت تھا۔ ابتدائے گفتگو میں وفد کے امیر عبدالمسیح نے مختلف باتیں کی تھیں۔ کبھی یہ کہا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا تھے، کبھی یہ کہ ابن اللہ تھے، کبھی یہ کہ ثالث ثلاثہ تھے۔ (تین میں ایک اور ایک میں تین تھے)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحدت کی شان کو اس طرح بیان فرمایا:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔

اللہ حیّ و قیوم کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

حَیّ ــــــ ہمیشہ زندہ رہنے والا۔ سب کا زندہ رکھنے والا۔ یعنی ہر ذی جان اپنے زندہ رہنے میں ہر وقت اس کا محتاج ہو۔

قیّوم ــــــ خود قائم اور ہر ایک کو قائم رکھنے والا۔ اپنے قائم ہونے میں محتاجِ غیر نہیں اور دوسرے اس کے محتاج ہیں۔ چونکہ الٰہ لازم الوجود لِذاتہٖ ہے لہٰذا حوادث میں حلول نہیں کرتا اور نہ حوادث ہی اس کی ذات میں حلول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ حلول تغیّر کے بغیر ممکن نہیں اور اس کے تسلیم کرنے میں قباحت یہ ہوگی کہ موجود، معدوم سے متحد ہو جائیگا، اور یُوں قدیم پر فنا لازم آجائے گی۔ چونکہ اللہ کامل بالذّات ہے اس لئے ناقص صفات سے پاک ہے۔

عیسیٰؑ اس جہت سے بھی خدا نہیں کہلا سکتے کہ واجب الوجود نہ تھے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ سے پہلے آپ موجود نہ تھے اور نہ حوادث کے حلول سے منزّہ تھے اس لئے کہ زمین پر رہتے اور کھاتے پیتے تھے اور نہ ہی حیّ بالذّات تھے اس لئے کہ آپ میں موت کی قابلیّت پائی جاتی ہے اور بقول نصارٰی اگر صلیب دیئے گئے تو جو اپنی جان بچا نہ سکا وہ کارسازِ عالم کیونکر ہوا۔ اور حضرت عیسیٰؑ قیّوم اس لئے نہیں کہلا سکتے کہ آپ ازلی نہیں اور ازلی اس راہ سے نہیں کہ آپ مولود ہیں۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ تمام عالمِ اجسام کی طرح اللہ کی مخلوق۔

ہیں اور مخلوق اولاد یا الٰہ کیونکر ہوئی. آنحضرتؐ نے اس کے بعد اثباتِ نبوّت کے سلسلے میں نزولِ قرآن کو پیش کیا اور اسکے اوصاف کو بیان فرمایا کہ حق و باطل میں تمیز کراتا ہے، سابقہ اُمتوں کے حالات بیان کرنے میں صادق ہے اس کے وعدے سچائی پر مبنی ہیں. معاملات میں عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے. اس کے الفاظ ناقص اور فاسد معانی سے محفوظ اور اختلاف سے مبرّا ہیں اور کتبِ سابقہ کا تصدیق کرنے والا بھی ہے.

وفد کے ارکان یہ سب کچھ سُننے کے بعد بھی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو آنحضرتؐ کو دعوتِ مباہلہ پیش کرنے کا حُکم ہوا تاکہ مناظرہ طے ہو جائے. آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آؤ، ہم تُم دونوں اپنے بیٹوں مردوں اور عورتوں کو بلا لیتے ہیں اور خدا کے آگے دُعا کرتے ہیں کہ جو حق پر ہو وہ سلامت رہے اور جو جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب نازل ہو.

بَہل کے لغوی معنی پھٹکار کے ہیں.

مُبَاہَلہ (بابِ مفاعلہ اشتراک چاہتا ہے) ایک دوسرے پر لعنت اور پھٹکار کرنا. شرعی اصطلاح میں مباہلہ سے مراد کسی اختلافی مسئلہ پر طرفین کا جمع ہو کر ایک دوسرے پر لعنت کرنا کہ جو شخص ناحق پر ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو.

آیتِ مُبَاہَلہ یہ ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ

وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ.

لو آؤ ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور مردوں کو بلاتے ہیں تم اپنے متعلقین کو بلا لو.

دعوتِ مباہلہ دیتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنینؓ. فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت علیؓ کو مسجد نبوی میں بلا لیا ___ حضرت حسینؓ آپؐ کی گود میں تھے، حضرت حسنؓ نانا جان کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے تھے. سیدۂ عالم فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آنحضرتؐ کے پیچھے کھڑی ہوئیں اور اُن کے بعد حضرت علیؓ تھے. آیت کے مطابق

اَبْنَاءَ نَا سے مراد حضرت حسن اور حسین علیہما السلام ہیں.

نِسَاءَ نَا کا اشارہ سیدۂ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف ہے.

اَنْفُسَنَا سے مراد رسول پاکؐ اور علی مرتضیٰؓ ہیں.

اَبْنَاءَ نَا اور نِسَاءَ نَا کا ذکر اَنْفُسَنَا سے اس لئے مقدم رکھا گیا ہے تاکہ اُن کے مقام و منزلت کا قرب ثابت ہو اور مباہلہ میں اُن کی شمولیت کا مقصد ان پر اعتماد اور وثوق کو ثابت کرنا ہے. یعنی جس امر پر مباہلہ ہونے والا ہے وہ ایسا یقینی ہے کہ اس کے لئے آل اولاد سب حاضر ہیں.

نجران کے وفد نے الگ ہو کر آپس میں مشورہ کیا. وفد کے رکن شرجیل نے کہا کہ ہم کو یہاں معاملہ کی تحقیق اور تنقیح کے لئے بھیجا گیا ہے اگر محمد مصطفیٰ

بادشاہ ہیں جب بھی ان سے مباہلہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے ہم تمام مسلمان قبائل کی نگاہ میں کھٹکنے لگیں گے اور اگر رسولِ خدا ہیں تو پھر مباہلہ کی صورت میں ہمارا ستیاناس ہو جائیگا' اس لئے قرینِ مصلحت یہ ہے کہ جزیہ دینا منظور کر کے جان چھڑالی جائے۔

ابوالحارثہ نے کہا" بھائیو میں رسولِ خدا کے صحابیوں میں ایسی پاکیزہ ہستیوں کے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ ٹل جانے کی دعا مانگیں تو بلاشبہ ان کی دعا قبول ہو جائے۔"

باہمی مشورہ کے بعد امیرِ وفد عبدالمسیح نے خدمتِ رسالت میں عرض کیا کہ ہم جزیہ دیں گے مباہلہ نہیں کرتے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو ایک فرمان املا کرایا جس کے الفاظ تھے۔

"اہلِ نجران کے لئے اللہ کا جوار اور محمد رسول اللہ کا ذمہ ہے۔ اُن کی ذات کا اُن کی ملت کا ان کے اراضی اور مال مویشی کا۔ ان لوگوں کا جو حاضر ہیں اور اُن کا جو حاضر نہیں ہیں اور شرط یہ ہے کہ جس حالت میں وہ ہیں کوئی تبدیلی اس میں نہ کی جائے۔ اُن کے حقوق میں سے کسی حق کو بدلا نہ جائے گا اور کوئی لشکر اُن کی زمین کو پامال نہ کرے گا۔ ان میں کوئی

شخص اگر حق کا مطالبہ کرے تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف
ہوگا اور ایک آدمی کے ظلم کی پاداش میں دوسرا نہ پکڑا جائیگا
اور جو کچھ اس تحریر میں ہے یہ اللہ کی امان ہے اور محمدؐ رسول اللہ
کے ذمہ میں ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لائے ـــــ"

وفد یہ تحریر لے کر مدینہ سے روانہ ہوا۔ نجران پہنچ کر اسے مجمع عام میں پڑھا
گیا تو عبدالمسیح کے علاتی بھائی بشر نے اس فرمان کے الفاظ سُن کر کہا: "واللہ محمدؐ
نبی اور مرسل ہیں" ــــ یہ کہتے ہی اس نے اپنے اونٹ کا رُخ مدینہ طیبہ کی سمت
موڑا اور زور سے ہنکایا۔ عبدالمسیح نے بھائی کا بہت پیچھا کیا اور روکتا رہا مگر
اُس اللہ کے بندے نے مدینہ پہنچ کر ہی دم لیا ــــ اسلام قبول کیا اور
مدت العمر خدمت رسالت میں حاضری کا شرف حاصل کیا، حتیٰ کہ ایک غزوہ
میں شہادت پائی۔

صحیح مسلم میں بکیر ابن اسحٰق سے روایت درج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علیؑ بن ابی طالب کو جزیہ کی رقم جمع کر لانے کے لئے
نجران بھیجا تھا۔

منذر بن ساویٰ حاکمِ بحرین کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک مکتوب منذر بن ساویٰ حاکمِ بحرین کے نام حضرت علاء بن حضرمیؓ لے کر گئے۔

بحرین خلیج فارس کی مشہور ریاست ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں بحرین کا علاقہ ایران کے زیرِ اقتدار تھا اور منذر بن ساویٰ وہاں کا حاکم تھا۔

مکتوبِ نبویؐ کا متن یہ ہے:

"محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے المنذر بن ساویٰ کے نام — سلامتی ہو اس پر، جو ہدایت کا تابع ہوا — امّابعد۔ میں تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ پس اطاعت قبول کر، سلامت رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے املاک پر قائم رکھے گا اور یقین جان کہ تمام سوا

اور پیادہ لوگوں پر عنقریب میرے دین کا اقتدار واضح ہو جائیگا۔"

منذر نے جب نامۂ مبارک پڑھا تو پیغامِ رسالت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا، اور جواب میں تحریر کیا:

"میں برضا و رغبت اسلام قبول کرتا ہوں لیکن بحرین کے رہنے والے اکثر لوگ اپنے قدیم مذہب پر قائم ہیں لہٰذا مجھے ہدایت فرمائیں کہ میں اُن کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کروں۔"

آنحضرتؐ نے منذر کے خط کا جواب لکھا جسے حضرت ابوہریرہؓ لے کر گئے، اس کا متن یہ ہے:

"محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے منذرؓ ساوی کے نام۔ سلام علیک، میں اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔ امّا بعد۔ میں یاد دلاتا ہوں تم کو اللہ عزّ وجلّ کی کیونکہ جو نصیحت پکڑتا ہے اور جس نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دین کی پیروی کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے اُن کے ساتھ خیر خواہی کی اُس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف اچھے الفاظ میں کی ہے۔ میں نے تمہاری قوم میں تمہاری

سفارش کی ہے. مسلمانوں کو اُن کے اسلام پر کاربند رہنے دو اور گناہ گاروں کو میں نے معاف کیا ہے لہٰذا تم بھی ان کی توبہ قبول کر لو. اگر تم راہِ راست پر رہو گے تو ہم تُم کو تمہارے منصب سے معزول نہیں کریں گے اور جو شخص اپنے قدیم مذہب پر قائم ہے اس پر جزیہ عائد کر دو ــــــ"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق منذر کو یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

"جو شخص ہم لوگوں کی طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔"

والیانِ عمّان جیفر اور عبد کے نام

ذی قعد ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے والیانِ عمّان کے نام یہ خط لکھا —

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — محمدؐ بن عبداللہ کی جانب سے جیفر اور عبد کو جو دونوں جلندی کے بیٹے ہیں۔ سلام ہو اس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد۔ میں تم دونوں کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دونوں مسلمان ہو جاؤ، دونوں سلامت رہو گے۔ میں اللہ کا رسولؐ ہوں تمام انسانوں کی طرف تاکہ ان کو خدا کی مخالفت سے ڈراؤں اور خدا کی حجت کافروں پر تمام ہو جائے۔ تم دونوں نے اگر اسلام کا اقرار کر لیا تو ہم تم

دونوں کو تمہارے ملک پر والی رکھیں گے اور اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا. سوار تمہاری زمین میں داخل ہوں گے اور میری نبوت تمہارے ملک میں آشکار ہوگی ــــــــ"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خط حضرت اُبَیّ بن کعبؓ کو املا کرایا اور حضرت عمرو بن العاصؓ اُسے لے کر عمان پہنچے، جیفر کے چھوٹے بھائی عبد سے ملے اور بتایا کہ میں رسولؐ اللہ کا قاصد ہوں اور تم دونوں بھائیوں کے نام حضورؐ کا خط لایا ہوں. عبد نے کہا تم میرے بھائی سے ملو وہ مجھ سے بڑا اور وہی اس ملک کا والی ہے، تاہم یہ بتاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت لے کر آئے ہو.

حضرت عمرو بن العاصؓ نے بتایا کہ دعوت ہے اس خدائے واحد پر ایمان لانے کی جس کا کوئی شریک نہیں. خدا کے سوا اور جتنی چیزیں پوجی جاتی ہیں، اُن کی پرستش چھوڑ دو اور گواہی دو کہ محمدؐ، اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں .

عبد نے پوچھا کہ رسول پاکؐ کس کام کا حکم دیتے اور کس بات سے منع کرتے ہیں .

حضرت عمرو بن العاصؓ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور بندگی کا حکم دیتے ہیں. گناہوں سے منع کرتے ہیں . احسان اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں.

گناہوں سے منع کرتے ہیں۔ احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم و ستم، حرامکاری اور مےخواری سے منع فرماتے ہیں، پتھر، بُت اور صلیب سب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

یہ سُن کر عبد نے کہا یہ کیسی اچھی باتیں ہیں جن کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اگر میرا بھائی جیفر تیار ہو جائے تو ہم ابھی سوار ہو کر حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں جائیں اور ایمان لا کر اُنؐ کی تصدیق کریں —— لیکن میرے بھائی کو اقتدار کی محبت نے مار رکھا ہے۔ شاید وہ اسلام قبول نہ کرے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا اگر وہ اسلام قبول کرے تو رسولِ پاکؐ اس کو حکومت سے معزول نہیں کریں گے۔ یہاں کے مال داروں سے صدقہ کی مد میں جو کچھ وصول ہوگا وہ یہیں کے محتاجوں پر خرچ ہوگا۔

عبد نے کہا یہ تو نہایت اعلیٰ اخلاق ہے۔

کئی روز بعد جیفر نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو دربار میں طلب کیا، وہ گئے اور بیٹھنا چاہا تو درباریوں نے بیٹھنے نہ دیا۔

جیفر نے پوچھا، تم کیا چاہتے ہو ——؟

حضرت عمرو بن العاصؓ نے سرکارِ دو عالمؐ کا خط پیش کیا۔

جیفر نے مُہر توڑی، خط پڑھا اور اپنے بھائی عبد کو پڑھوایا، پھر اُس نے پوچھا کہ رسول اللہؐ کے ساتھ قریش نے کیا معاملہ کیا ——؟

حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا کہ سب لے رغبت اور خوشی سے اسلام قبول کر کے اپنی عقل اور اللہ کی بخشی ہوئی ہدایت کی روشنی میں یہ خوب جان لیا ہے کہ پہلے وہ گمراہی میں تھے۔

جیفر خاموش رہا اور دربار برخواست ہوگیا۔

اگلے روز حضرت عمرو بن العاصؓ گئے تو اس نے کہا کہ جس بات کی ہمیں دعوت دی گئی ہے اس پر ہم نے غور کرلیا ہے۔ جو کچھ ہماری ملکیت میں ہے اگر یہ سب کچھ ہم رسولؐ اللہ کو دے دیں تو عرب بھر میں ہم سے زیادہ ضعیف اور کمزور کوئی نہ ہوگا ــــ چنانچہ میں یہ دعوت قبول کرنے سے قاصر ہوں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے واپسی کا قصد کیا تو عبد نے اپنے بھائی جیفر کو تنہائی میں سمجھایا کہ بقیہ تمام حکمرانوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ایک صرف تم رہ گئے ہو، اب تمہیں بھی اسلام قبول کرلینا چاہیئے۔ تب دونوں بھائیوں نے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کرتے ہوئے رسالت محمدیؐ کی تصدیق کی۔

جیفر کی تقلید میں اس کے بہت سے درباری بھی ایمان لے آئے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ کو عمان کے حاکموں اور رعایا سے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ اس خدمت کے سلسلے میں وہ سنہ ۱۱ھ تک وہاں مقیم رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر انہیں وہیں ملی۔

ہوذہ بن علی حاکمِ یمامہ کے نام

یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کے نام کا خط حضرت سلیطؓ بن عمرو بن عبد الشمس لے کر گئے۔ اس کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب سلام اس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پہنچ پائے گا۔ جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں۔ اسلام قبول کرو۔ سلامت رہو گے اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اس کا مالک ہم تم ہی کو رہنے دیں گے ۔۔۔۔"

ہوذہ ایرانیوں کی طرف سے یمامہ کا گورنر تھا۔ شعر و سخن کا رسیا اور با اثر

شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے قاصدِ رسولؐ کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور عزت واکرام کے ساتھ پیش آیا۔ مکتوبِ نبوی پڑھا اور پھر اس کا جواب تحریر کیا:

"کیسی اچھی اور خوب بات ہے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں۔ عرب میرے مرتبہ کی عزت کرتے ہیں۔ اگر آپ اپنی آدھی سلطنت میرے سپرد کر دیں تو میں اتباع کر لوں گا ــــــ"

ہوذہ نے حضرت سلیطؓ کو چند تحائف دے کر رخصت کیا۔ آنحضرتؐ نے جب اس کا جواب پڑھا تو فرمایا:

"اگر وہ مجھ سے بالشت بھر زمین بھی طلب کرے تو میں نہیں دونگا اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے وہ جانے والا ہے، جانیوالا ہے۔"

بہت دنوں بعد دمشق کا ایک نصرانی ہوذہ کے یہاں آیا۔ باتوں باتوں میں رسولِ خدا کا تذکرہ ہوا تو ہوذہ نے اسے بتایا کہ ــ "میرے نام ان کا خط آیا تھا جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی مگر میں نے قبول نہیں کی۔"

نصرانی نے پوچھا ــــ "کیوں؟"

ہوذہ نے کہا ــ "مجھے اپنے موجودہ عقیدہ سے حسنِ ظن بھی ہے اور میں ایک قوم کا بادشاہ ہوں۔ اگر اسلام قبول کر لیتا تو سلطنت ہاتھ سے نکل جاتی۔"

نصرانی نے کہا ــــ "اگر تم ایمان لے آتے تو رسولِ خدا بلاشبہ تمہیں ملک کا

مالک رہنے دیتے۔ تمہاری بھلائی اسی میں تھی کہ تم اُن کی اتباع کرتے۔ وہ نبی ہیں اور حضرت عیسیٰؑ نے اُن کے متعلق بشارت دی تھی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"۔

لیکن ہوذہ پھر بھی ایمان نہ لایا۔ آنحضرتؐ کو فتح مکہ سے واپسی پر معلوم ہوا کہ ہوذہ ڈیڑھ سو برس کی عمر پا کر مر گیا۔

امیرِ بُصریٰ کے نام

بُصریٰ، حجاز اور شام کے درمیان ایک قلعہ بند علاقہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرِ بُصریٰ کے نام اسلام کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام حارث بن عمیرؓ لے کر گئے۔ وہ ابھی حدودِ بُصریٰ کے قریب پہنچے تھے کہ شام کے رئیس شرجیل غسانی نے اُنہیں گرفتار کر کے فضول پُوچھ گچھ کے بعد قتل کرا دیا۔ حالانکہ آنحضرتؐ کا پیغام اس کے نام نہیں تھا۔ قاصدوں اور سفیروں کے ساتھ اس قسم کا سلوک اس زمانے میں بھی روا سمجھا نہ جاتا تھا تاہم بلا وجہ اشتعال میں آکر شرجیل سے یہ حرکت سرزد ہو گئی۔

مدینہ طیبہ اطلاع پہنچی تو شرجیل کو اس کے ظالمانہ فعل کی سزا دینے کے لئے آنحضرتؐ نے تین ہزار غازیانِ اسلام پر مشتمل ایک لشکر ترتیب دیا تاکہ وہ

اپنے بھائی حارثؓ کا انتقام لیں ۔

حضرت زید بن حارثؓ اس لشکر کے سردار مقرر ہوئے ۔ لشکر روانہ ہوا تو کچھ دُور تک خود آنحضرتؐ پیدل چلتے ہوئے ساتھ گئے اور فرمایا :

" اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب کمان سنبھال لیں ۔ اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کر جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ لشکر کے سردار ہوں گے ، اور اگر وہ بھی شہادت کی سعادت پا جائیں تو غازیانِ اسلام جسے چاہیں اپنا امیر منتخب کر لیں ۔ نیز فرمایا کہ جنگ سے پہلے دشمن کو دعوتِ اسلام دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں ۔ اگر وہ جنگ پر آمادہ ہو جائیں تو چند باتوں کا ضرور لحاظ رکھا جائے ۔ تارک الدُنیا راہبوں ، عورتوں بچوں اور ضعیفوں پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے ۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے اور کوئی عمارت نہ ڈھائی جائے ۔ "

اس کے بعد فرمایا اظہارِ تعزیت اور دُعاءِ فاتحہ کے لئے حارث بن عمیرؓ کی جائے شہادت پر بھی جانا ۔

ابھی یہ لشکر راستہ ہی میں تھا تو اطلاع ملی کہ رُوم کا بادشاہ ہرقل بھی شام کے علاقہ میں وادی بلقاء کے اندر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ سپاہی ہیں ۔ ابھی موتہ کے قصبہ تک پہنچ پائے تھے کہ رومی اور شامی

لشکر مقابلے پر اُتر آیا۔

موتہ بیت المقدس سے مشرق کی جانب تین منزل کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا۔ رومی لشکر نے یہیں صف بندی کر لی تھی۔ اِدھر صرف تین ہزار اللہ والے تھے اُدھر ایک لاکھ بدمست فوجی تھے جن کے پاس ساز و سامانِ حرب و ضرب کی کمی نہ تھی اور رسد کے وافر ذخائر بھی تھے۔

معرکہ آرائی سے پہلے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے مسلمانوں سے خطاب فرمایا:

"اے صف شکنو! دشمن کی کثرت کو خیال میں مت لاؤ۔ فتح اور شکست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ پاکؐ کی خوشنودی کے لئے یہاں بھیجے گئے ہیں۔ آؤ ہم شہید ہو کر یہ خوشنودی حاصل کریں ـــــ چلو تخت یا تختہ دونوں عُمدہ سودے ہیں۔"

اس خطاب سے اہلِ ایمان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اِدھر دُشمن نے دیکھا کہ اُن کے مقابل ایک چھوٹی سی جماعت صف آرا ہے۔ اُنہوں نے چاہا کہ یک بارگی ہلّہ بول کر مجاہدوں کو روندتے ہوئے نکل جائیں۔ لیکن پھر نہ جانے کیوں رُک گئے۔

اتنے میں قائدِ لشکر حضرت زید بن حارثہؓ جنہوں نے ایک ہاتھ میں لوائے حمد تھام رکھا تھا بڑے جوش کے عالم میں نیزہ تان کر آگے بڑھے اور دشمن

کی صفوں میں گھس کر کُشتوں کے پُشتے لگا دیئے ۔ زیدؓ لڑتے بھڑتے اپنی صفوں سے بہت آگے نکل گئے تھے ۔ دُشمن نے بے تحاشہ تیر برسائے اور وہ بالآخر شہید ہو گئے ۔۔۔!

اُن کے گرتے ہی حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ نے جھنڈا سنبھال لیا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میدان میں اُتر گئے ۔ اِس دَوران اُن کا دایاں بازو کٹ گیا ۔ دُشمن کا مقصد اسلامی جھنڈے پر قبضہ کرنا تھا ۔ حضرت جعفرؓ نے جھنڈے کو بائیں بازو میں سنبھال لیا ۔ بائیں بازو پر بھی دُشمن نے وار کیا تو جھنڈے کو دانتوں میں پکڑ لیا ۔ پرچمِ اسلامی کو سرنگوں نہ ہونے دیا ۔ اسی حالت میں شہید ہوئے ۔ اُن کے جسم پر نوّے (۹۰) زخم آئے ، جو سب کے سب بدن کے سامنے حصّہ پر تھے پشت پر ایک بھی نہ تھا ۔۔۔ اُن کے شہید ہوتے ہی حضرت عبداللہؓ بن رواحہؓ نے عَلم تھام لیا اور اس زور سے نعرۂ تکبیر لگایا ، اور لشکرِ اسلام نے جواب میں اللہ اکبر کہا کہ اس صدائے رعد آسائے حق سے سارا میدان گُونج اُٹھا ۔ دُشمنوں کے دِل دہل گئے ۔ غازیانِ اسلام میں تازہ جوش پیدا ہوا ۔ جس سمت تلواریں اُٹھتیں دُشمن بھاگ کھڑے ہوتے ۔ لیکن کثرتِ تعداد کی وجہ سے پھر جمع ہو جاتے ۔ آخر بہت سے کفّار نے اُنہیں نرغہ میں لے کر شہید کر دیا ۔

اُن کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید نے کمان سنبھالی ۔ اُن کی قیادت

ہیں چھتیس گھنٹے تک گھمسان کی جنگ ہوئی۔ دشمن کے دانت کھٹے کردیئے۔ زخمیوں کی چیخ پکار میدان میں ہر طرف سنائی دینے لگی اور دشمن پسپا ہونے لگا۔ اُن کے افسروں نے ہر چند اپنے لشکر کو غیرت دلائی کہ چند نہتے غازیوں کا جم کر مقابلہ کرو جو تمہارے گھر میں تم سے جنگ کرنے آئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود دشمن کے اُکھڑے ہوئے قدم جم نہ سکے۔

مسلمانوں نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور حضرت خالدؓ بن ولید اپنے لشکر کو واپس لے کر چلے ـــــ ایک مسلمان سفیر کی شہادت کا بدلہ کامیابی کے ساتھ لیا جا چکا۔

اُدھر موتہ کے قریب یہ معرکہ جاری تھا۔ ادھر مدینۂ طیبہ میں مسجدِ نبوی کے اندر صحابۂ کرامؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرما رہے تھے کہ زیدؓ بن حارثؓ شہید ہوئے ـــ اب جھنڈا جعفرؓ بن ابی طالب نے اُٹھایا اور دشمنوں سے نبرد آزما ہیں یہاں تک کہ شہید ہوئے ـــــ پھر عبداللہ بن رواحہؓ میدان میں اُترے اور وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے ـــ اور اب پرچم خالدؓ بن ولید کے ہاتھ میں ہے اور خالدؓ "سَیْفٌ مِنْ سُیُوْفِ اللہِ" ہیں ـــــ صحابۂ کرامؓ حیرت سے یہ سب باتیں سُن رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: ـــ "میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آتا۔"

اس معرکہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کی یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں

اس معرکہ میں کل بارہ صحابیِ رسولؐ شہید ہوئے. قلت نے کثرت کا مُنہ پھیر کر رکھ دیا.

حضرت خالدؓ بن ولید نے رسولِ خدا سے قرابت داری کے پیشِ نظر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے جنازہ کو مدینہ لے جانے کا قصد کیا اور لے آئے. بڑی عظیم فتح ہوئی تھی مگر اہلِ مدینہ کے دل غم سے نڈھال تھے کیونکہ تین عظیم صحابی میدانِ کارزار میں شہید ہو گئے تھے.

حضرت جعفرؓ ابن ابی طالب گود کا بچہ پیچھے چھوڑ گئے تھے. رحمتِ عالمؐ کا دل تو پہلے ہی گداز تھا. بچہ کو گود میں لیا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ـــــ مدینہ طیبہ کی خواتین حضرت جعفرؓ کی اہلیہ کو پرسا دینے کے لئے جمع ہو گئیں. آنحضرتؐ، سیدہؑ عالم فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے، وہ اشکبار تھیں. آنحضرتؐ نے فرمایا ایسوں پر رونا ہی چاہیئے. پھر اُن سے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر کھانا بھجواؤ. یہ ماتمی طعام جسے کڑوی روٹی بھی کہتے ہیں مسلمانوں کے یہاں اسی دن سے رائج ہوا.

زید بن حارثؓ بھی حضورؐ کو کچھ کم عزیز نہ تھے ان کی چھوٹی سی بیٹی آنحضرتؐ کے پاس آئی. آپؐ اس کو گود میں لے کر بے اختیار روئے. ایک کافر نے کہا جب زیدؓ شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گئے ہیں تو آپؐ کے یہ آنسو کیسے ہیں، شہید تو زندہ ہوا کرتے ہیں. شہیدوں پر رونا کیسا. اُس کج گفتار کی بات سُن کر سرکارِ دو عالمؐ نے فرمایا:

"میں زیدؓ کی موت پر نہیں بلکہ ایک دوست کی جدائی پر اشکبار ہوں"

اس فتح پر حضرت خالدؓ کو دربارِ رسالت سے "سیف اللہ" کا لقب عطا ہوا۔ انہوں نے ستاون (۵۷) جنگیں لڑیں اور ہمیشہ کامیاب رہے۔ مرض الموت میں بستر پر کفِ افسوس ملتے پائے گئے کہ ہائے اتنی ساری جنگوں میں شریک ہوا مگر "شہادت" کی موت نصیب میں نہ تھی ـــــ کسی نے سُنا تو کہا تم کو رسول اللہ نے "سیف اللہ" کا لقب عطا فرمایا تھا۔ کیسے ممکن تھا کہ "اللہ کی سیف" ٹوٹ جاتی۔

مسیلمہ کذّاب کے نام

عہدِ رسالت کے آخری ایّام کا واقعہ ہے کہ یمامہ سے بنو حنیفہ کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا۔ اس وفد کا قائد مسیلمہ بن حبیب تھا۔ اس وفد کے اراکین نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان لوگوں کو تحائف بھی دیئے۔

ایک روایت کے مطابق مسیلمہ نے اپنے لئے کچھ اختیارات طلب کئے۔ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ پکڑی تھی۔ حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا بھی طلب کرے تو میں اس کو نہیں دوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہو۔"

وطن پہنچ کر مسیلمہ نے اعلان کر دیا کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے محمدؐ کی مدد پر مامور کیا ہے۔ پھر اس نے آنحضرتؐ کے نام ایک گستاخانہ خط لکھا، جس کا

مضمون یہ تھا:

"یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے رئیس مسیلمہ کی طرف سے محمدؐ رسول اللہ کے نام۔ سلام علیکم۔ امّا بعد۔ میں بھی اس کارِ نبوّت میں آپ کا شریک بنایا گیا ہوں۔ آدھی زمین میری قوم کے لئے ہے اور آدھی قریش کے لئے۔ لیکن قریش کی قوم زیادتی کر رہی ہے"۔

صحابہؓ نے رسولِ پاکؐ سے خط لانے والے قاصد کا سر قلم کرنے کی اجازت چاہی مگر آنحضرتؐ نے اسے منظور نہیں کیا۔

آنحضرتؐ نے اس خط کا مختصر ترین جواب لکھوایا ——!

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذّاب کے نام —— سلام اُس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی —— امّا بعد، زمین اللہ تعالٰے کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُسے دے دیتا ہے، اور انجامِ نیک اُنہی کا ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں ——"۔

اس مختصر خط میں حقیقت حال کی پُوری وضاحت موجود ہے کہ اللہ کی زمین کو لوگ یا قومیں آپس میں تقسیم نہیں کیا کرتیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو اس کا اصلی مالک ہے وہی اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور آخری جملہ میں یہ نکتہ فرما دیا کہ نیک انجام اللہ والوں کا ہوتا ہے اگر تم متقی بن جاؤ تو تم

بھی اس زمین کے وارث بن سکتے ہو ۔۔۔ !

اوّل اوّل تو مسیلمہ کذاب نے اقتدار میں شرکت چاہی پھر یہ مطالبہ کیا اگر آنحضرتؐ اُسے اپنا خلیفہ نامزد کر دیں تو وہ اتباع کرے گا ورنہ نہیں۔ آخر آخر میں اُس نے کھلم کھلا نبوّت کا دعویٰ کر کے سرکارِ رسالت میں وہ خط لکھا جو اوپر درج کر چکا ہوں۔

مسیلمہ ایک چالاک ادیب بھی تھا۔ اس نے قرآن مجید کی تحریف کے انداز میں چھوٹی چھوٹی سُورتیں بھی گھڑ لیں۔ آغاز میں تو بہت کم لوگوں نے اُسے درخورِ اعتناء جانا مگر دھیرے دھیرے بہت سے بدعقیدہ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے اپنے فراڈ کو سیاسی رنگ دے کر پروان چڑھانا شروع کیا اور اسلام کے خلاف ایک منظم محاذ قائم کر لیا۔ وہ بڑی چابکدستی سے یہ تبلیغ کرنے لگا کہ آنحضرتؐ کی نبوّت برحق ہے لیکن اس نبوّت میں وہ اُن کا معاون و شریک بنایا گیا ہے۔ اُس نے اپنے ماننے والوں کو نماز معاف کر دی۔ میخواری اور زناکاری کو مباح کر دیا۔

وقت گزرتا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اس فتنے کا سدِّباب کرنے کے لئے عملی قدم اُٹھایا۔ اُس وقت مسیلمہ کا لشکر ساز و سامان سے آراستہ اور تعداد میں بھی کئی گُنا زیادہ تھا۔ اُن میں اتحاد اور یک جہتی بھی تھی۔ خالدؓ بن ولید کی قیادت میں فوج بھیجی گئی۔ عقرباء کے مقام پر مسیلمہ اور خالدؓ بن ولید کی فوجوں

میں زوردار مقابلہ ہوا۔ لڑائی سے پہلے مسیلمہ کے بیٹے نے اپنی صفوں میں گھوم پھر کر اپنے سپاہیوں کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ:

"اے بنو حنیفہ آج تمہاری غیرت کا امتحان ہے، اگر تم شکست کھا گئے تو تمہارے پیچھے تمہاری عورتیں لونڈیاں بنا لی جائیں گی۔ اس لئے اپنے حسب و نسب کی حفاظت کے لئے مسلمانوں سے جنگ کرو اور اپنی عورتوں کی عزت بچاؤ ــــــ"

تاہم میدانِ جنگ میں مقابلہ کی تاب نہ لا کر مسیلمہ بھاگ نکلا اور ایک باغ میں جا کر چھپ گیا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے اُسے وہیں جا لیا اور ڈھیر کر دیا اور اس فتنے کا خاتمہ ہوا۔

حارث ابنِ ابی شمر حاکمِ حوران کے نام

حوران دمشق کی ایک ریاست تھی جس کا گورنر حارث بن ابی شمر تھا۔ یہ منصب اُسے قیصرِ رُوم ہرقل نے سونپا تھا کیونکہ وہ ایک جری آدمی تھا اور اس نے رومی سلطنت کی توسیع میں خاصی کوششیں کی تھیں۔ وہ عربی نژاد غسانی خاندان کا فرد تھا۔

آنحضرتؐ نے حضرت شجاع ابن وہبؓ کے ہاتھ اس کو ایک خط بھیجا، اس کا متن یہ ہے:

"محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی جانب۔ سلام ہو اس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے اور اس پر ایمان لائے اور سچا جانے۔ میں تم کو اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی

دعوت دیتا ہوں۔ تمہارا ملک تمہارے ہی پاس رہے گا۔"

حضرت شجاع ابن وہبؓ یہ خط لے کر جس وقت وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حارث اُن دنوں قیصرِ روم کے سفرِ بیت المقدس کے سلسلے میں سامانِ رسد پہنچانے میں مصروف ہے۔ حضرت شجاعؓ وہاں منتظر رہے تاکہ وہ فارغ ہولے۔ تاہم اِس وقفہ میں انہوں نے ایک عیسائی عالم جس کا نام مری تھا راہ و رسم پیدا کی اور اسی کے توسل سے حارث کو ملے۔

کہتے ہیں نامۂ مبارک پڑھتے ہی حارث مشتعل ہو گیا اور لگا واہی تباہی بکنے کہ کس کی مجال ہے جو میری حکومت کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے بلکہ میں خود مدینہ طیبہ پر چڑھائی کروں گا۔

اسی دوران حضرت دحیہ کلبیؓ مکتوبِ نبوی لے کر قیصرِ روم کے پاس پہنچ چکے تھے۔ قیصرِ روم بھی اگرچہ مسلمان تو نہ ہوا تاہم اسلام کے پیغام سے متاثر تھا۔ اس کو جب حارث ابن ابی شمر کے جنونِ جنگ کی خبر ملی تو اس نے اسے طلب کیا۔ اور ملاقات کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو باتیں کیں اُن سے متاثر ہو کر اس کے رویے میں بہت کچھ تبدیلی آگئی اور اس نے خیالِ جنگ چھوڑ دیا۔

حضرت شجاعؓ نے سرکارِ رسالت میں پہنچ کر ساری روداد سنائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حارث نے اپنے ملک

برباد کیا۔ اس نے آخرت کو سمجھا اور نہ دینِ حق کو پہچانا۔

چند دِنوں بعد وہ موذی مرگیا تو قیصرِ روم نے اس کی جگہ جبلہ بن ایہم کو حوران کا حاکم بھی بنا دیا۔ یہ وہی جبلہ بن ایہم ہے جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔
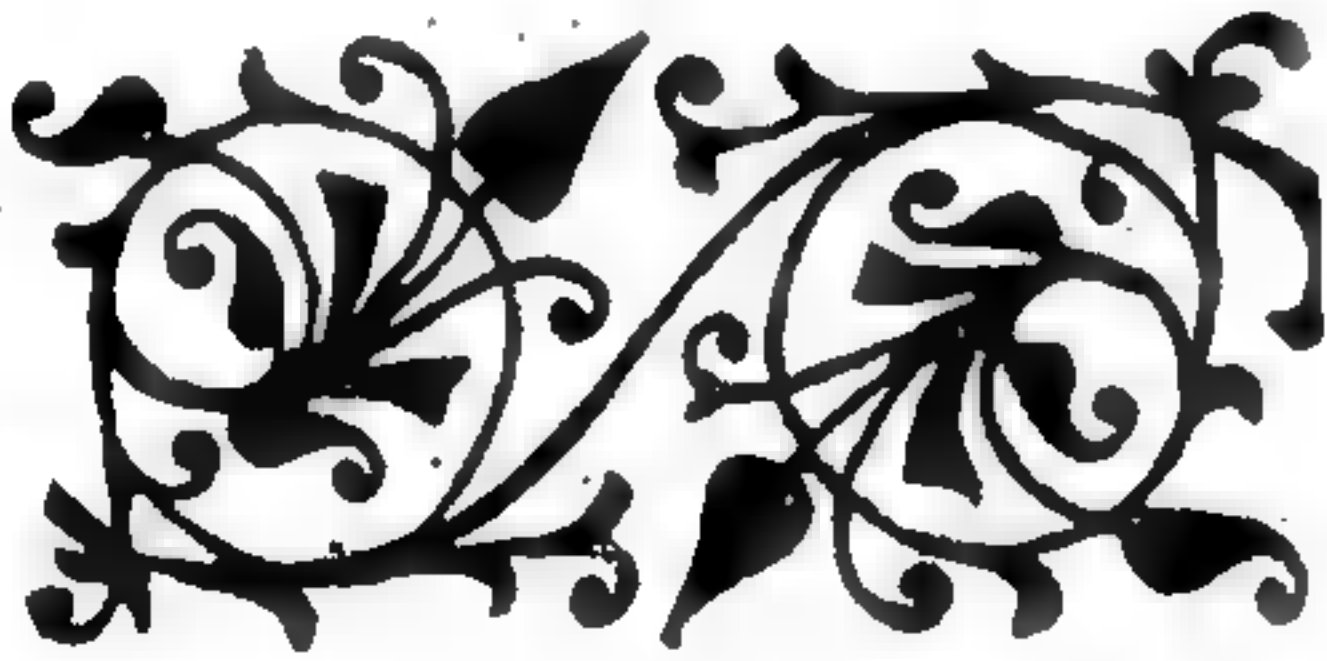
جبلہ ابنِ ایہم حاکمِ غسّان کے نام

غسّان کے حاکم جبلہ ابن ایہم کے نام بھی ایک مکتوب بھیجا گیا۔ اس خط کا متن اور قاصد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

جبلہ نے خط عزّت و تکریم سے وصول کیا اور پڑھتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خط کا جواب لکھا اور بہت سے تحائف بھی بھیجے۔

جبلہ ۱۴ھ میں مدینہ طیبہ آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو اپنے گھر میں مہمان کیا اور بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ حج کے دنوں میں اپنے ساتھ کعبۃ اللہ لے گئے۔ وہاں طواف کے دَوران جبلہ کی چادر کا گوشہ ایک فزاری بدّو کے پاؤں تلے دب گیا۔ جبلہ لحیم شحیم اور مضبوط ہاڑ کا آدمی تھا (عربی میں جبل پہاڑ کو کہتے ہیں) طیش میں آکر فزاری کے تھپّڑ مار دیا۔ اس نے بھی جوابی چنکٹ

رسید کیا۔

جبلہ شکایت لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے فرمایا اچھا ہوا تم نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ جبلہ نے کہا ہمارے قانون میں بادشاہوں کے ساتھ ایسی گستاخی کرنے والے کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں دورِ جہالت میں ایسا ہی ہوا کرتا تھا مگر اب اسلام نے ادنیٰ و اعلیٰ کی سب تفریق مٹا دی ہے۔ اب بندہ و صاحب و محتاج و غنی سب ایک ہو گئے ہیں۔

جبلہ کو غلط فہمی تھی کہ عامی کے مقابلے میں اس کی وقعت زیادہ ہو گی، دل برداشتہ ہو کر راتوں رات چھپ کر نکلا اور شام سے ہوتا ہوا قسطنطنیہ جا پہنچا اور پھر سے عیسائی مذہب اختیار کر کے مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں لگ گیا۔

تاہم تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو تمام عمر اپنی اس حرکت پر افسوس رہا ——

قروہ بن عمر خزاعی حاکم معان

شام کے علاقے معان کے حاکم قروہ بن عمر خزاعی کے نام مکتوب نبوی حضرت مسعود بن سعدؓ لے کر گئے۔

اس نے اسلام قبول کر لیا اور سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند قیمتی تحائف بھیجے۔

اس کے قبولِ اسلام نے ملک کے عیسائیوں کو اس کا دشمن بنا دیا چونکہ معان کا علاقہ قیصرِ روم کے ماتحت تھا اس لئے قیصر نے اُسے معزول کر کے بندی خانے میں ڈال دیا اور پھر چند ماہ بعد فلسطین میں عفراء کے چشمے کے قریب پھانسی دے دیا۔

قروہ نے یہ ساری اِبتلا خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کی۔ پھانسی

سے پہلے اس نے یہ شعر دُہرایا:

بلّغ سراۃ المسلمین باننی

سُلم لہٗ بی اعظمی و مقامی

(ترجمہ) مسلمانوں کے سردار کو میرے حال کی خبر پہنچا دو کہ پروردگار کے راستہ میں میرا جسم اور میری عزّت سب کچھ نثار ہے۔

بنو جذامہ کے نام

رفاہ بن زید رئیسِ بنو جذامہ نے خدمتِ رسالت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کر لیا۔ اُنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے جاتے وقت ایک مکتوب قبیلہ بنو جذامہ کے نام لکھ کر دیا ۔۔۔ جو یہ ہے:

"محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے، میں رفاعہؓ کو اُن کی قوم کے پاس اور جو بھی اُس میں داخل ہیں بھیج رہا ہوں تاکہ یہ لوگوں کو اللہ اور اسکے رسولؐ کی طرف لائیں اور اُن کو دین کی دعوت دیں جو لوگ ایمان لائیں گے وہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی جماعت میں شمار ہوں گے اور جو انکار کرے اسکے لئے دو ماہ تک امن ہے۔"

ثمامہ بن اُثال حاکمِ نجد کے نام

ایک تبلیغی خط ثمامہ بن اُثال سردارِ نجد کے نام بھیجا گیا مگر اس کی نقل کسی کتاب سے مجھے مل نہیں سکی۔ تاہم اتنا معلوم ہو سکا کہ اس نے نامۂ مبارک کی بالکل پرواہ نہیں کی اور حسبِ سابق مسلمان مسافروں کو لوٹ مار کر ان کا مال متاع چھینتا رہا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حکم دیا کہ اس کو زندہ پکڑ کر لایا جائے۔ چند صحابہؓ گئے اور اس کو زندہ گرفتار کر لائے۔ اس کے ہاتھ پُشت کی جانب باندھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ سردارِ قوم سے ایسا سلوک روا نہیں، ہاتھ کھول دو۔

پھر آنحضرتؐ نے اس سے اپنے اور اسلام کے بارے میں سوال کیا تو اس نے گستاخانہ جواب دیا مگر آنحضرتؐ مسکرا کر چُپ ہو گئے۔ تین روز

کے بعد اُسے رہا کر دیا گیا۔ صحابہؓ حیران ہوئے مگر اللہ کا حبیبؐ جو کچھ جانتا تھا وہ کسی کو معلوم نہ تھا۔

نجد پہنچ کر اس نے لوگوں سے لین دین کا معاملہ صاف کیا۔ اور جس کسی سے کچھ لوٹ مار کر لیا تھا دے دلا کر مدینہ واپس آیا۔ صحابہ کرامؓ کو خدشہ ہوا کسی تازہ شرارت کی نیت سے نہ آیا ہو۔

ثمامہ خدمتِ سرکار میں حاضر ہوا اور آنحضرتؐ کے گھٹنے کو چھو کر کہنے لگا آج مجھے اس روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ آپکے دین سے پیارا دین کوئی نہیں اور آپ کے شہر سے پسندیدہ شہر کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر اسلام قبول کر لیا۔

ذوکلاع حمیری کے نام

قبیلۂ حمیرؔ کے سردار ذوکلاع حمیری کے نام کا مکتوب حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ لے کر گئے تھے۔ ذوکلاع بڑا بے دین اور سرکش آدمی تھا۔اس کے قبیلے کے ایک لاکھ آدمی اُس کے حضور باضابطہ سجدہ گزارتے۔ نصیب کا دھنی تھا۔ اسلام قبول کر لیا اور اس شکرانے میں بے شمار غلام آزاد کئے۔

ذوکلاع حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانہ میں سلطنت ترک کر کے مدینہ طیبہ آگیا اور یہیں بقیہ عمر عبادت میں بسر کر دی۔

قیامِ مدینہ ہی کے دنوں کا واقعہ ہے ایک روز حضرت بلالؓ کی خدمت میں آیا اور بڑی عاجزی سے کہا۔ سیّدی بلالؓ ذرا اپنے پاؤں پھیلا دیجئے میں انہیں داب کر سعادت حاصل کروں کیونکہ آپ عاشقِ رسولؐ صحابی ہیں۔

معاذ بن جبلؓ کے نام مکتوبِ تعزیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تبلیغی خطوط کے علاوہ بھی کچھ خطوط لکھوائے تھے۔ ازاں جملہ ایک خط معاذ بن جبلؓ کے نام ہے جس سے شفقت اور دلجوئی ٹپکتی ہے۔ یہ خط مدینہ سے یمن بھیجا گیا۔ غالباً یہ اُن دِنوں کا واقعہ رہا ہوگا جب حضرت معاذ بن جبلؓ یمن کے منتظم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں اُن کے ایک بیٹے کا انتقال ہوگیا' مدینہ اطلاع پہنچی تو رحمتِ عالمؐ نے اپنے غم زدہ صحابی کی تسکین کے لئے یہ خط بھیجا:

محمدؐ بے کسی کے درد کو پہچاننے والا
سرِشکِ گرم و آہِ سرد کو پہچاننے والا

صدمات کے ہنگام انسان عقل و خرد اور ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔

آشفتہ حال اور آزردہ دِلوں کی دلجوئی کے لئے یہ سطور مرہم سے کم نہیں ــــ تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے معاذ بن جبلؓ کے نام ــــ میں پہلے اس اللہ کی تم سے حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ پھر دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمے کا اجرِ عظیم دے اور تمہارے دِل کو صبر عطا کرے ــ ہم کو اور تُم کو نعمتوں پر شُکر کی توفیق دے ــ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیئے ہیں اور اس کی سونپی ہوئی امانتیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اُٹھانے اور جی بہلانے کا موقعہ دیا اور جب اسکی مشیّت نے چاہا اپنی امانت واپس لے لی اور وہ تم کو اسکا بڑا اجر دینے والا ہے اگر تم نے ثواب اور رضائے الٰہی کی نیّت سے صبر کیا تو اللہ کی خاص نوازش اور اسکی طرف سے ہدایت کی تم کو بشارت ہو ۔ پس اے معاذؓ! صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع وفزع تمہارے اجر کو ضائع کر دے اور پھر تمہیں ندامت ہو ۔ یقین رکھو کہ جزع فزع سے مرنے والا لوٹ کر نہیں آتا اور نہ اس سے دِل کا غم ہلکا ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم اُترتا ہے وہ ہو کر رہنے والا بلکہ یقیناً ہو چکا ہے ــــ والسّلام ــ"

مضامینِ قرآنِ حکیم

مکاتیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم
عزیز ملک
مکتبہ حرمت
بینک روڈ راولپنڈی